

# نعرہ مسلم

(مولانا کمال القیس شاعر مہرچھاؤنی)

کبھی تم نے سنی ہوگی وہ خونیں داستان میری	کبھی دیکھی بھی ہوگی معرکہ آرائیاں میری
تمہیں خود رام کر لیں گی یہی خود واریاں میری	انہیں جبر و تحکم سے مٹا دینا نہیں آساں
مگر یہ بھی سمجھتے ہو رسائی ہے کہاں میری	بدل لو یوں تو لاکھوں ظلم و استبداد کے پہلو
کرے جو مدح باطل کی نہیں مگر زبان میری	جھکے جو آستان غیر پر وہ سر نہیں میرا
نہیں تو رنگ ہے ہر اک من فغاں میری	رضا جوئی پہ مٹا ہوں جو منہ سوائف نہیں کرتا
کبھی کہہ ہی نہیں سکتے وہ تائید بیاں میری	خوشامد جن کا شیوہ کا سہ لسی جنکی فطرت ہو

سمجھ لیسنانہ اس کو تم "مرا مجبور ہو جانا  
کہ حالت اور ہو جاتی ہے وقت امتحان میری

جائیداد اور مالی مسائل

80011947

# شذرات

(از ابن الاثر سید محمد ازہر شاہ قیصر کاٹھیکے)

## مسلمانوں کو مسلمان بننے کی ضرورت

پہلے جنگ یورپ کی ہولناک اور فتنہ خیزی اور اس سے فراغت پا کر اپنے ملک کی غیر معتدل سیاسیات کی گرم بازاری، ہندو مسلمانوں کے اختلافات، انکیشنوں کی بھرمار، فرقہ وارانہ فسادات کے عذاب الیم اور اس قسم کے اور موانع نے مسلمانوں کے دھنوں کو دین اور ضروریات دین سے قطعاً بے توجہ کر دیا ہے۔ اب ہر مسلمان یا تو کانگریس کی مخالفت میں سرگرم عمل ہے اور یا ایک کی ہمنوائی میں بیٹھتا ہے۔ جدوجہد کسی کو جناح صاحب کی قیادت کا پروپیگنڈہ کر سکی نظر ہے۔ تو کوئی تہرہ کی سیاست کا رنگ لاپ رہا ہے۔ کسی کی زبان پر پاکستان کا نعرہ ہے۔ تو کوئی منگھڑ بندوستان کا نقشہ اور خاکہ بنا رہا ہے۔ ایک اتحاد باہمی کی دعوت دے رہا ہے۔ تو دوسرا اس اختلاف و افتراق ہی کو ملت کی ترقی و بقا کا پتہ بتاتا ہے۔ سیاسیات کی اومان روزمرہ کے حالات واقعات کی ضرورت ایک اہمیت اور ذہن انسانی پر ان کا ایک اثر ہے۔ بلاشبہ ان سیاسی تحریکات سے ہم اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتے اور ملک انتظام کی ان سرگرمیوں سے ہمیں براہ راست دلچسپی لینا پڑے گی۔ ہم سیاسیات کی اہمیت کے قائل ہیں۔ اور اپنی زندگی کے کچھ مقررہ اوقات ان بحثوں اور مصروفیتوں کے لئے نکالتے اور ان اوقات کو

ان میں صرف کرنیکا حتی تسلیم کرتے ہیں لیکن سیاسیات میں اتنا اشتغال و انجماک کہ ہم اپنی شریعت کے بنیادی اصولوں اپنی زندگی کی اساسی ضرورتوں، اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے گرانبار فرض اور اپنے مذہب پر حملہ کرنے والے دوسرے مذاہب کے لوگوں اور تبلیغی تحریکوں کی سرگرم کاروائیوں سے غافل ہو جائیں۔ یہ ہم کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہر قسم کی خیر و برکت اور دین و دنیا کی تمام تعلیمات اور نیکیوں کا وہ حشر چہرہ جس سے ہر مسلمان کی سیراٹ فیضیاب ہے۔ اور جسے عام اصطلاح میں ہم اسلام کہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اس مذہب مقدس کی ضروریات ہماری ضروریات پر مقدم ہیں۔ اسکی معائنہ ہماری زندگی کی سعادت سے بہتر ہے۔ اس کے تقاضہ ہمارے مقاصد بدل سے افضل ہیں اور اس کے فرائض ہماری تمام مشغولیات و مصروفیتوں پر غالب ہیں۔ کوئی مسلمان کسی وقت بھی دین طبعیت کی ضرورتوں سے بے پروا اور اسکی تبلیغ و اشاعت سے غافل نہیں ہو سکتا۔ سیاسیات کی یہ دھما جو کڑی تو اسی طرح چمکی رہے گی۔ حالات و معاملات کا یہ تغیر تو بہ ندرت ہماری زندگیوں پر لپٹی ہی مستطرد ہو سکتا۔ سلطانوں کا بنا اور مگر ناتواقت کا قدیم قانون اور دستہ ہے۔ دنیا میں تو ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ آج جس کے گھر میں دولت و کامرانی کے نعمات و دلاویز ملبہ رکھے جا رہے ہیں۔ تو اسی وقت اور اسی لمحہ دوسرے کے گھر میں

مذہب کی صداقت و حقانیت اور اسکی ضرورت و اہمیت کو مان لیا پڑا ہے۔ اور جو ابھی نہیں ملتے ان کے متعلق بھی ہمیں یقین ہے کہ وہ آج نہیں تو کل اپنے ضمیر کو اس عظیم بحالی کے سامنے لگوں سارا دراپنے قلب و دماغ کو مذہب کی عظمت سے متاثر پائیں گے۔

اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں اور ہم چونکہ محمد اللہ علیہ السلام آج بھی علی وجہ مصیبت مذہب کی عظمت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ فتنہ و آشوب کی ان نزاکتوں پر امنی اور وفات کی ان پریشانیوں میں سیاسی مخالفت کی اس بھڑکتی ہوئی آگ، فرقہ پرستی کے اس عذاب اور جنگ و تفرقہ کی اس دباؤ عظیم کو اگر کوئی چیر روک سکتی ہے تو وہ صرف مذہب اسلام اور مذہب اسلام کی پاکیزہ تعلیمات ہیں۔ اسلئے پاکیزہ ذہنی کے اس انہیرے میں بھی ہم اپنے تصور کو ماسوائے پاک اپنے خیال کو صرف اس نقطہ پر مرکوز، اپنی خواہشات کو صرف اسلام کی ارتقا کی تمناؤں سے وابستہ اور اپنے جذبات کو صرف اس دین حق کی تبلیغ و اشاعت کی آرزوں سے لبریز پاتے ہیں۔ ہماری سوچی اور سمجھی ہوئی رائے یہ ہے کہ فرقہ وارانہ جنگ کے یہ بتیناںک شعلے گاندھی جی اور خدیج صاحب کی شعلہ انقراض سے بھرا کر تو سکتے ہیں۔ لیکن جنگ میں پھیلی ہوئی اس آگ کو بعد میں قابو میں لانا خود گاندھی جی اور خدیج صاحب کے بھی بس کی بات نہیں۔ ہندو مسلمانوں کے یہ اختلافات اور امنیں باہم نفرت و عداوت کے یہ قومی جذبات لگیک و کاٹکریں کی سیاسیات اور بے لگام زبان دراز اخبارات کی فرقہ پرستانہ اور اشتعال انگیز

موت و لہکت کی اداسیاں و انت نکالے اور منہ کھولے کھڑی ہیں۔ استعلاج اپنی حکومت و اقتدار کی مسرت ہے تو دوسرے کو اپنی ناکامی و نامرادی کا رنج ہے۔ مذہبی فروقیں اس تغیر و تبدل میں فراوان نہیں ہو سکتیں اور دینی ضروریات کا ان پر کامی مشاغل میں انکار۔ ایک بہت بڑی حقیقت کا انکار کرنا ہے۔ طالعہ بہت سے لگ ساری اس موت خیر پر منہ بنائیں گے اور نہیں اعتراض ہوگا کہ دشمنی اور دشمن خیالی کے اس دور میں مذہبی و اخلاقی کا یہ سبق یاد دلانا سودج کو چیلنج و کھیلنے کے مترادف ہے۔ کہ یہ لوگ مذہب کے باغی، دین کے اصولوں، قاعدوں اور ضابطوں کے منکر اور ایمان و اسلام کی سادہ و سنا لگر گہری اور مضبوط تعلیمات سے متنفر ہیں۔ لیکن ہم ان لوگوں سے جوابیں کہیں گے۔ کہ اب کے ان سیاسی حالات اسلئے قریب کے اوقات میں نے اس حقیقت تصور کے بہت سے پہلوؤں کو روشن کر دیا ہے۔ کہ مذہب کے بغیر ان کی زندگی نامکمل، ناکارہ اور ناکام ہے اور کوئی مرکز مذہب کے سوا ایسا نہیں جس پر تمام نفوس انسانیت کو مذاق۔ خیال و شمع۔ قول و عمل اور خواہشات و جذبات کی یکجہگی اور موافقت کیا نہ مجتمع کر دیا جائے اور کوئی طریقہ مذہب کو ماننے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کے سوا ایسا نہیں جو انسان کے ان باہمی اختلافات، رنگ و نسل کے اس امتیاز، فقر و غنا کے اس فرق و طہینت کے اس تعصب اور قومیت کے ان مناقشات کو ختم کر سکے۔ بہت سے منکر حالات کے گہرے مطالعہ کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اور سالہا سال تک انکار و بیدینی کے نشہ و لذت میں کوچہ گروی کے بعد بالآخر انہیں

تھریوں سے پیدا تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان جذبات نفرت کو ختم کرنا خود ایک دکانگرس اور ایک دکانگرس کے اخلاقی کردار و قدرت سے باہر کی بات ہے۔ یہی دیر بہ اخبار یقیناً قریب اور یہ روزانہ کے آئینک میں کے ذخیرہ میں آگ تو لگا سکتے ہیں۔ لیکن اس کو بجا دینے میں انہیں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ان اگر تہذیب و تعلیم کی روشنی چلی سکتی ہے تو وہ مذہب کا مقابلہ صاف اٹھائے۔ اخلاق و انسانیت کی پاکیزگیاں

عوام کو سکتی ہیں تو مذہب کی پاک تعلیمات سے، شرافت اور سچائی کا بول بالا ہو سکتا ہے۔ تو صرف مذہبی قوانین کے اجلا سے خون ریزی اور خون آشامی کی یہ حیوانیت چھینیت کا بدترین تصور پیدا کرنے والی تحریکیں اگر ختم ہو سکتی ہیں تو اسلام کے آئین انصاف و عدل سے ہندو مسلمانوں کے علاقوں صوبوں اور گھروں میں امن پا سکتے ہیں۔ تو اسلام کے ذریعہ سے اور مسلمان ہندوؤں کی دست درازی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ تو صرف مسلمان بنکر ہم غافل اور اپنے مقصد زندگی سے سنیکڑوں میں دور جا پڑنے والی قوم کو پھر ایک دفعہ اسکے مذہب کی عظمت و سچائی سے باخبر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ خود مسلمان بنکر اپنے اخلاق نیک اعمال، جائز خواہشات، میانہ روی، استعمال پسندی اور شرافت و انسانیت سے اس جہنم زار حیات کو ہندو سر نو خلد بریں کے سکون و طمانیت سے برتر کرے اور دوسری قوموں کو بھی اپنے طرز عمل سے اپنا قسم کا اخلاق، ایسی ہی امن پسندی، انصاف دوستی اور نیکو کاری اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ اسلام کی ضرورت ہمیں پہلے بھی تھی لیکن آج اس فتنہ و فساد کے ماحول میں

میں مذہب حق کی اور اسکی تعلیمات حقانی کی ضرورت پہلے سے مہیا ہوا ہے، خود سچے مسلمان ہو، اسلام کی خواہش پر اپنی خواہشات کو قربان کرنا سیکھو، اپنی ضرورتوں کو اسلام کی ضرورت پر ختم کر دو۔ اپنے کردار میں اسلام کا رنگ اور اپنے قلب و ضمیر میں اسلام کی سچائی کا سچا اثر پیدا کرو۔ ان اخلاق کو اپنے لئے نمونہ عمل بناؤ۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے وابستہ ہیں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی یہی تعلیم دو۔ اسی اخلاق و تہذیب کی تبلیغ کرو۔ اور مذہب مقدس کی اس روشنی کو سارے ملک، ساری دنیا اور سارے کرۂ ارض پر پھیلا کر رنگ و نسل کے ان سارے فتنوں اور وطنیت و قومیت کے ان تمام جھگڑوں کو مٹا دو یا دور کھو فرقہ وارانہ فساد کی وہ آگ جس سے ہمارے ملک کے اکثر علاقے متاثر ہیں اور بامعنی وفادات کے وہ عذاب نائیاں جس سے انسانیت کی روح کچلی جا رہی ہے۔ گاندھی جی، مہاتما جی کی اپیلوں سے تم نہیں ہو سکتے۔ انہیں آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلقین آفرین تعلیمات اور آپ کے پاکیزہ طریق حیات ہی سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہماری بہت بڑی نافرمانی ہے۔ کہ ہم اسلام کو جو مذہب کی دنیا میں امن و خیر کی دعوت دیتے والا سب سے کامیاب اور پر جوش مذہب ہمیں پیش کرتا ہے، اس کو اپنی اس قسم کی ضروریات میں کسی اور تدبیر کا سہارا بنائیں۔

واللہ اعلم عزیر یہ بھیرہ کا داخلہ بوجہ گزٹ کے، اشوال کی بجائے ہ شمل سے  
حادثہ قتل کے میگا بہترین مستندہ کی خدمات حاصل کر لی گئی تھیں شاکتیں طلب

بھیرہ کی شرافت

# تین مقام

(از حضرت داعی الی الحق)

۱۔ مقام مومن :-

مسلم قوم کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط بنا کر دُنیا میں بھیجا ہے۔ یعنی ایک جماعت جو اگلوں اور پچھلوں میں درمیان کی کڑی؟ خیر کی کڑی۔ نیکی و صداقت کی کڑی ہے۔ عزت و شرافت کی کڑی۔ تاکہ یہ امت دنیا میں گذشتہ قوموں اور آئندہ نسلوں کیلئے نمونہ ہو جس ت دونوں کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے اور جو قوموں کے محاسب اور شاہد ہو۔

وجعلناکم امتاً وسطاً | ہم نے تم کو امت (اس) لئلا توفوا شہداً | اے علیؑ | تم بنایا تاکہ تم انسانوں الناس - | کردہ کیلئے شاہد کا کام

چونکہ مسلمان قوم اقوام عالم کے لئے شاہد ہے اور ان کے اعمال و خیال کے واسطے .... گواہ بنائی گئی ہے۔ اس لئے اس کا معیار بھی بہت اونچی ہوتا ہے عقائد اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے دنیا کی بہترین جماعت ہو گئے۔ تم بہترین امت ہو جو اُخرجت للناس | انسانی کردہ کی بہترین امت لئے منتخب گئے۔

پس مسلمان دنیا میں صداقت کا داعی ہے۔ خیر کا پیغمبر ہے۔ عروج و ارتقاء بلندی و برتری اور عزت و شرافت

کا مظہر اتم ہے۔

وانتم الاعلون | تم سر بلند رہو گے۔ ان کنتم مومنین | بشرطیکہ مومن رہے۔ یعنی اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس کرتے رہے۔ دنیا کی قوموں کی خبر گیری سے غافل نہ رہے۔ اپنے مقام کو پہچانتے رہے۔ تو سر بلندی اور برتری کی دولت تمہارے قدموں میں رہیگی۔ دنیا میں عزت و شرافت کے مستحق تم ہی رہو گے۔ قوموں میں تمہاری نیک نامی اور خوش گوئی کے چرچے رہیں گے۔

ان العزت للہ والرسولہ | عزت تو اللہ کے لئے اور وللمومنین جمیعاً | تمام مومنوں کے لئے ہے وعدہ خداوندی کبھی غلط نہیں ہوتا۔ اس کا ایک ایک منشا پورا ہو کر رہتا ہے۔ قدرت کے قوانین ناممکن ہے کہ جاری نہ ہوں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ مسلمان دنیا میں قوموں کا شاہد بن کر رہے اور سر فرازی سے محروم رہے۔ اپنے مقام سے غافل نہ ہو۔ اور پھر عزت سے زندگی بسر نہ کرے۔ آج بھی تم نگاہ اٹھاؤ دیکھو جو خدا کے بندے اپنے مقام پر قائم ہیں۔ وہ خدا کے انعام سے ویسے ہی بہر مند ہیں۔ دُنیا میں ان کی وہی حیثیت ہے اور ان کو مقام مومن کا وہی تمغہ حاصل ہے۔

مگر مسلمان قوم کو تم ایسے نہ پاؤ گے۔ ان میں یہ چیزیں نظر نہ آئیں گی۔ کیونکہ وہ اپنے مقام سے دور ہو چکے ہیں پس خدا نے بھی ان کو اپنی برکات و عنایات سے دور کر دیا۔ انہوں نے منہ پھیرا تو انعام الہی نے بھی ان سے گاہ پھیر لی۔

اتنی مسلمانوں پر لوٹ پڑے یا وہ غارت ہوں ہجرت کریں یا ہرباد ہو کر صحراؤں میں مارے مارے پھریں۔ قدرت کو ان کی آوارگی و بے بسی اور بے عزتی و رسوائی کی کوئی پرعادہ نہیں۔ کیونکہ

فَسْأَلُ اللّٰهَ فَتَسْئَلُهُمْ  
خُذْ اَنْهٰی سُبُوْلُ کَیَا۔

**اسلامی زندگی کا ایک مقام۔** آؤ آج میدان جنگ میں اسلامی زندگی اور غیر اسلامی زندگی کا نمونہ دیکھو۔ کہ اسلام کے خوشنور سپاہی یا پیغمبرانِ حمت محبت کس طرح اپنے اصول اور مقام پر چٹانوں کی طرح ثابت قدم ہیں۔ اور کفر کے درندے یا فرزدان جو روستہ کس طرح انہی بہمیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ شاید اس مقابلے کے بعد تمہارے ذہنوں میں غور و فکر کیلئے کوئی راہ پیدا ہو جائے۔ یہ مومن کچھ میدان جنگ ہے۔ رومی عیسائیوں اور عرب مسلمانوں کا مقابلہ ہے۔

رومی لشکر کے تربیت یافتہ سپاہی سرورِ نعم و فرح عیش کوشتی اور شراب کے دور میں مست ہیں۔ پشت پر طاقت ہے عیش و عشرت کی گرم بازاری ہے۔ اور میدان جنگ عشرت کدہ بنا ہوا ہے۔

دوسری طرف مسلمان مجاہدوں کی ایک جماعت ہے جس میں تسبیح و تہلیل فاتحہ کشی اور بے سرو سامانی ہے ایک خمیہ لگا ہے جو پٹھے پڑانے کپڑوں سے بنایا گیا ہے۔ اللہ کچھ مقدس انسان میں جگہ چہرے فاقوں سے زرد ہیں۔ جن کے بدن پر کئی پیوند کے کپڑے ہیں جو بڑی بے نفسی سے نہ بچا کئے چشم تریبھے میں نیچ میں ایک خیف الحشر ان ان مٹیایا ہے جو منہ سے کچھ کہہ رہا ہے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور ساتھ ہی سب کے سب رو رہے ہیں۔

یہ ہے اسلامی لشکر کا سپہ سالار اور یہ ہیں اسکے ماتحت سپاہی۔ دیکھو میدان ہے۔ دنیا کی اہم طاقت روم سے مقابلہ ہے مگر خدا کے بندوں نے اپنا مقام بندی نہ چھوڑا۔ ایک ایخ اس سے نہ ہٹے۔ ایک منٹ کے لئے غافل نہ ہوئے۔ یکجا ہو کر احصاب ہو رہا ہے۔ ہمارے انشلاق و عادات میں کوئی تبدیلی تو نہیں پیدا ہو رہی اور سنہ کہ ہمیں ایسے استقامت کو فخرش نہ ہو جائے غیر کا خوف و بے شکست نہ بن جائے۔ اپنی خود غرضی بہاد کو وبال جان نہ بناوے۔

ایسی دوران میں رومی سفیر آیا اور پوچھا تمہارا قابد اور امیر کون ہے۔ لوگوں نے اشارہ کیا کہ یہ میں ہوں ہے۔ لاہتا جب یہ عالم دیکھا۔ وہ سفیر واپس گیا۔ تو اس نے رومیوں سے کہہ دیا۔ کہ یقین کر لو کہ جس قوم کی غریمیت، خدا ترسی اور احتیاب نفس کا یہ عالم ہے وہ قوم کل میدان جنگ میں فاتح رہیگی۔ اور تم مفتوح رہو گے۔

یہ تھے اسلام کے حقیقی ہتھیار جو میدانوں اور گھروں میں  
بیکساں کام کرتے تھے اور ایک سے لیکر ہزاروں کے دل  
فتح کریتے تھے۔

کیا آج بھی تم اپنے قایم و اور ہجوموں کی زندگیوں  
اسی سانچے میں ڈھلی پارہے ہو؟

**مقام عدل و انصاف**

ان کا کردار اسکا آئینہ ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے  
اندرونی تعادل کے تکمیل کے لئے کرتا ہے۔ پس اگر دل کا  
آئینہ آلائشوں سے پاک ہے۔ تو اس کے افعال بھی پاکیزہ  
اور صاف ہونگے۔ اور اگر اس کا ضمیر خباثتوں کا مرکز  
ہے۔ تو جو کرے گا۔ نارا اور گھناؤنا ہوگا۔

مسلمان اپنی اندرونی کیفیت کے لحاظ سے دنیا میں  
ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا دل پاک ہے۔ اس  
کے ارادت اور جذبات نہایت لطیف اور پاکیزہ ہوتے ہیں  
لہذا مسلمان کا ہر فعل اور اس کی ہر حرکت طہارت و  
پاکیزگی کی دلیل ہے۔ مسلمان کی شناخت کے لئے کسی  
آلہ کی ضرورت نہیں۔ اس کا وزن معلوم کرنے کیلئے  
کبھی ترازو کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے افعال  
کردار شاہد ہیں۔ اس کی حرکت دلیل ہے۔ اسی وجہ سے  
قرآن نے عقاید کیساتھ اعمال و اخلاق کی بھی بیکساں  
تعلیم دی ہے۔

اور چونکہ مسلمان دنیا میں اجتماعی زندگی کی پاکیزگی  
اور برتری کا داعی ہے۔ اسلئے وہ مکافہ ہے۔ پہلے خود  
ایسے اعمال پر کاربند ہو جنہیں دنیا والے دیکھ کر اسکی  
دعوت کی سچائی اور ہمہ گیری کو سمجھ سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کا عملی اور اخلاقی  
گوشہ تنگ نہیں۔ بلکہ اس کا ہر تاؤ ہر قوم اور ہر مذہب  
والے کیساتھ ہر کسی اجتماعی یا ملکی امتیاز کے یکساں ہونا  
چاہئے۔ کوئی فرد یا قوم دشمن ہو۔ یا دوست مانا ہو یا لگنا۔  
آشنا ہو یا نہ آشنا اسلامی اخلاق سب کے لئے عام ہے  
سب سے ایک قسم کا سلوک کیا جائیگا۔ اور یہی حقیقی اسلامی  
تعلیم ہے۔ یہی اہل تقویٰ ہے۔ اور یہی مسلمان کی دنیا  
میں کامیابی کا راز ہے۔

لا یجزمکم شأن قوم علی ان لا تعدلوا  
بلکہ اس کیساتھ بھی انصاف کرو  
للتقویٰ۔

عدل و انصاف الی ایسی معیاری چیز ہے۔ جس سے کسی  
کا حقیقی وزن اور اسکی اندرونی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے  
اگر کسی کا انصاف بے لوث ہے۔ واقعی وہ عدل و انصاف کا  
دلدادہ ہے اور انصاف کو اپنے لئے واجب سمجھتا ہے۔ تو کسی  
حل میں اس سے باز نہیں رہ سکتا۔ چاہے کوئی دشمن ہے۔ چاہے  
دوست اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ دشمنی اور دوستی کی میزان پر  
عدل و انصاف کو ہرگز تول نہیں سکتا۔ بلکہ وہ اپنے ایمان و  
دیانت سے مجبور ہوگا۔ کہ انصاف قائم رکھے۔ یہ اجتماعی معاملہ  
ہے۔ اس کے اسلام کا تقاضہ ہے۔ اور اسکی دعوت کی حقیقی روح ہے  
اگر ذاتی اعتراض کے ماتحت انصاف نہ کر سکا۔ تو دیانت  
تقویٰ پر حرج آتا ہے۔ مذہبی حدود سے دوری ہو رہی ہے  
پس تم بھی غور کرو کہیں ان بلا میں گرفتار تو نہیں ہو؟

# کیا اسلام امن عالم کیلئے مضر ہے

استفہام انکاری کا اثبات

فلسفہ توحید

(مولانا محمد اکمل صاحب قاسمی)

جسٹس اشفاق

ماہ اگست ۱۹۴۷ء

اگرچہ کہ اللہ نے۔

یہ بنیادی تصور ذہن و فکر سے منقطع قلب میں مٹ آتا ہے۔ خود منقطع کر قلب کے ارادوں کو بھی میٹ لیتا ہے۔ اور انسان وحدت محدود یا کثرت محدود وہی تک پہنچ کر رک جاتا ہے۔ مسلمان کی گردن ایک ہی جگہ خم ہوتی ہے۔ غیر مسلم دو یا تین یا پھر عظیم محدود قوتوں کے ماسوا کا انکار کر جاتا ہے۔

ماسوا کی تمام ظالم و جابر سطوتیں اس یقین مستحکم سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ اگر باقی رہیں تو پھر کچھ مہیب پتھریں سے ایک خفیف سبز کے کمانے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کی بنیاد انہیں کر دریا بہاؤ کی حقیقی جہت پیدا کر دیتے ہیں۔

مال کار فی الجملہ ایک ایسا استحضار پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انسانی خیر و شر کا زمام بردار ہے۔ ماسوا کے انکار کے بعد کوئی ایسی غالب قوت پیدا نہیں ہو پاتی۔ جو جہالت امن کے اسباب پر قادر ہو کر اپنے نفسانی مقتضیات کا رواج دے سکے۔ عموماً محدود افراد کے بعد اکثریت کے لئے برامنی کا جو بچ

مابقی کے مدغم اشاروں میں بصیرت کی خفیف چمک ہی سے ظاہر ہو گیا۔ کہ مرے قوطاس فکر کے اوپر عنوان بالائی حیثیت استفہام انکاری کی ہے ایسا نہیں جیسا کہ مشاثرات خارجی اور حوادثات درمیانی سے پیدا ہو کر ایک ایسا یقین پیدا ہو گیا ہے جو بالخصوص تمام دینی روایتوں کے لئے اعلان جنگ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام ادیان و باطلہ غیر باطلہ کے بنیادی تصور میں ایک ایسی قوت کا استحضار ہے۔ جو کائنات کے اوپر محیط ہے۔ بصورت مہر یا بصورت مہر یا پھر بعنوان ترکیبی صائب مہر و مہر ولئن سالتم من خلق اگر آپ ان سے پچھائی مہروں السّموات والأرض فی کونین کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ لیقولن خلقہن العزیز یہی کہہ گئے کہ ان کو پیدا کیا ہے۔ العلیہ (الزخرف ۲۵) ذات نے جو غالب ہے اور علیم ہے۔

ولئن سالتم من خلقہم اگر آپ ان سے سوال کریں لیقولن اللہ (الزخرف ۲۵) کو کس نے پیدا کیا۔ یقیناً



نوا ستریل اور فرعون کے حالات دیکھئے۔

ولقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الاباب  
وقوع فطری تو یہی تھا۔ جو ایک جزو مشترک  
ہے مگر ماسوائے اسلام کے دیگر فرعی ہول اس مختصر  
ایمانی کی حقیقت کو نہ کر دیتے ہیں۔ ایک ایسا تضاد پیدا  
ہو جاتا ہے۔ جو اس اختصار کے حسن کو پامال کر دیتا  
ہے۔

عوام کے غیر تحقیقی یقین کی وجہ سے اس مختصر  
کا نتیجہ اپنے حقیقی لوازم کے ساتھ ظاہر نہیں ہو پاتا۔  
کثرت کے ثقب کا یقین خواہ وہ کثرت عظام الناس  
سے پیدا ہو یا دیگر معتبرت مادی یا روحانی سے کردار  
میں پہل انگاری پیدا کر دیتا ہے۔ مروز زمانہ کیا تھا  
اس غیر مادی اختصار میں عظام الناس بھی شریک  
ہو جانے ہیں۔ اور انجام کار دنیا کا امن ظلم و تعدی کے  
ماضیوں برباد ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر بھی اسلام کے  
علاوہ تمام ادیان کے باطل ہونیکا دعویٰ کیا جا  
سکتا ہے۔

ومن الناس من یخذلن اور بعض لوگ اللہ کے علاوہ  
دون اللہ انداداً یحبونہم کئی ایک معبود رکھتے ہیں اور  
کعب اللہ والذین آمنوا ان سے اسی ہی محبت کرتے ہیں  
امشداً حباً للہ جیسی اللہ سے کرنی چاہیے  
(البقرہ - ۲) اور جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ

سے محبت کرنے میں بہت زیادہ سخت ہیں دینی ان کے اختصار  
میں سہل انگاری نہیں پیدا ہو پاتی  
اسلام تو درحقیقت اس ایک سلسلہ کا نام جو ابتدا

آفرینش سے ابھر کر فانی کی انتہا تک پھیل گیا۔  
اودم سے لیکر نبی آخر الزمان تک ہر جگہ اسلام موجود  
ہے۔ وہ اپنے مختلف ہیں۔ روح یکساں ہے اور  
جزو مشترک اثبات توحید ہے۔ اور انکار شرک  
جو اثبات توحید کے لئے متلازم ہے۔  
انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے سب نے ایک  
ہی آواز بلند کی۔

وما ارسلنا من قبلك  
من رسول الا نوحی الیہ  
انہ لا الہ الا انا فاعبدو  
والانبیاء - ۱۷  
ہم نے نہیں بھیجا تمہارے  
میں سے کسی رسول کو مگر ہم ہی  
کہتے تھے اس پر کہ تعین  
پر مے سوا کوئی اور معبود نہیں  
میری ہی عبادت کرو۔

اسلام کا فلسفہ توحید اور یہ اختصار فطری ایک  
دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ یہ اختصار فطری ایک  
وحدۃ بسیطہ کو متقاضی ہے۔ جو تمام قوتوں کے اوپر محیط  
ہے۔ اور یہ ہے اسلامی توحید کے علاوہ ہر جگہ عقائد  
یہ اختصار فطری (توحید اسلامی) کس طرح امن عالم  
کیلئے ضروری ہے؟ اجمالی بحث تو مبرہن ہو چکی۔ مختصر  
تفصیل یوں بھی ہو سکتی ہے۔

## انسان خیر و شر کا مجموعہ

فالہمہا فجورہا و | پھر پھر سمجھا ہے اس کو اسکی  
تھو اھا | برائی اور اسکی بھلائی۔  
شریکِ ظلمت ہے اور ظلمت انسانی نظروں سے  
تخلیہ چاہتی ہے تو پھر کیا معاشرتی اور اخلاقی



کھیتی میں کود جاتا ہے۔ ہر شکار کو ٹوٹ لینے کا منصوبہ  
بہتا ہے اور امنِ عالم تباہ ہو جاتا ہے۔  
کاش یہ استحضارِ فطری باقی رہتا۔ دنیا مذہب کی  
مزدتیں سے آگاہ ہو جاتی۔ پھر تو مغروری خلیج و غیر  
کے بعد اجتماعی مشرے سے دنیا نجات پالیتی۔ جیسا کہ  
وہ منفرد کسان جو کھیتی میں چدی چوری فصل کاٹنے  
کیلئے گھسا اور بچہ لکھیتی کے باہر راستہ پر کھڑا کر گیا۔  
کہ وہ ہر آئندہ دروندہ پر نظر رکھے اور اسے خبر دے  
اور خود کھیتی میں چلا گیا۔

بابا بچے نے آواز دی۔ کسان گھبرا اٹھا کھیت سے  
باہر نکل آیا۔ جو ابھی داخل ہوا تھا۔  
”کیوں بیٹا! یہاں تو کوئی نہیں؟“ کسان نے  
دائیں بائیں دیکھ لگایا۔  
بابا! تمہیں نے تو کہا تھا۔ ایثار ہر جگہ موجود ہے  
اور سب کو دیکھتا ہے۔ بابا! ایثار تمہیں چھیڑ کھٹے  
ہوئے دیکھ رہا ہے۔ پھر باپ اور بیٹا  
دونوں چدی کے قہم کے ارتکاب کے بغیر گھر واپس  
آجئے۔  
(باقی آئندہ)

# سکڑوں کی سرکار کا ہتھیار تلووار

(از جناب محترم غلام دستگیر صاحب نامی)

سکڑوں کی سرکار کا ہتھیار ہے تلووار  
نامرد کے قبضے میں ہی ہے نہ رہیگی  
تلواروں کے سائے میں ہر جنبتِ خیر میں  
یہ گھومتی جب تلوار میں ہر شاہِ علی کے  
اللہ کی تلووارِ اقرب پاتے ہیں خالد  
نامی جو کرے مرد کو تلووار ہے تلووار

# معاشیات اسلام

لازجباب قاضی عبدالرحمن صاحب اداکار

مسلمان تاجروں کو ہمیشہ یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ تجارتی کامیابی فروغ ترقی کے لئے صداقت، دیانت، طاقت مستعدی، مستقل مزاجی، کفایت شجاری، ضبط نفس ضروری ہے۔ کج خلقی، بد مزاجی، گناہ فروشہ مغلوب الغضب، خیانت کے تجارت کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ راستباز، دیانتدار، تاجر کا درجہ شہداء کے برابر ہے۔ قیامت میں اس کا مقام زیر عرش ہے۔ (ابن ماجہ) تجارت، کسب مانع توکل نہیں۔ بلکہ تہلیل عبادت ہے (تذکرۃ الاولیاء)۔

چیت دنیا از خدا غافل بدن  
نے فراش و فقر و فروند وزن  
حدیث شریف میں وارد ہے۔ زمین میں چھپے ہوئے مقامات سے رزق طلب کرو۔ قرآن مجید میں بکری تجارت کا بھی ذکر ہے۔ قہری ذات پاک ہے جس نے دنیا کو تاج کیا کہ امیں سے موتی اور جواہرات نکالو۔ اور تازہ پھلیاں نکال کر کھاؤ۔ علماء کا اجماع ہے کہ کسب واجب وہ جو ب لو کہ ہے۔ ایمان کے رتبہ سے ملحق ہے۔

رمز الکاسب حبیب اللہ مشن  
از توکل در سبب کامل مشن  
کسب حلال کا لاب کرنا فرض ہے ہر مذہبی

مسلمان! اسلام میں کسب حلال کی بہت تاکید ہے مسلمان صنعت و حرفت اور تجارت میں اور اقوام سے بہت پیچھے ہیں۔ اس سے ہمارا اجتناب ہم کو ترقی کی راہ میں ہلکا کر دینا ضروری ہے۔ صرف ملازمت کے ذریعے کوئی قوم ترقی یافتہ نہیں ہو سکتی۔ اب زمانہ مجیدہ کر رہا ہے کہ اپنی ہستی، خود داری اور وقار کو قائم رکھنے کیلئے مسلمان بھی میدانِ عمل میں اتریں۔ اود ایک بجا حسب میں صنعت و حرفت زراعت تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ کھالت و کسالت کا وقت نہیں رہا۔

خود عمل تیرا ہے صورت گرتی تقدیر کا  
شکوہ کرنا ہے تو اپنا کرم و قدر کا ذکر  
حدیث شریف میں آتا ہے۔ پاکیزہ ترین کسائی تاجروں کا ہے۔ اور ان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ گنگو کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے۔ جب ملن پر عبوسہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ خیانت نہیں کرتے۔ جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے توڑتے نہیں مگر خریدتے ہیں تو اس کی بڑائی نہیں کرتے۔ اگر نیچے ہیں تو اس کی تعریف کے پل نہیں باندھتے۔ اگر ان پر کسی کا قرض ہو تو سب سے تو پھر بغیر وجہ معقول کے طوالت نہیں دیتے۔ اگر ان کا روپیہ کسی پر نکلتا ہے تو اس پر سختی نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

فریضہ کے (نجاری شریف)

حضرات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جب ذیل کام کرتے تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام زراعت کرتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام تجارت۔ حضرت ابراہیمؑ تجارت۔ حضرت داؤدؑ کتر بناتے تھے۔ حضرت ادیس خیاط۔ حضرت سلیمانؑ باوجود جلیل القدر بادشاہ ہونیکے زریں بناتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت فاروقؓ حضرت عثمانؓ ذو النورینؓ کی تجارت پارچہ پچور چمڑے کی لہتی۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت اتنی پھیل گئی تھی کہ ان کی شاخیں ایران تک پہنچ گئیں انصار کا پیشہ زراعت تھا۔ یہ حضرات کاشت کیا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ ارم اللہ وجہہ کتابت و خلافت کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: معاش کے لئے کوشش کرو۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہل بیکل جہان کو ناپسند کرتا ہے۔ عبادات کی بجائے ان میں طلب و معاش حلال افضل ترین ہے توکل کے معنی

سعی طیبہ کے ہیں یعنی  
مگر توکل میسکنی دو کار کن

کسب کن پس تکلیف پر جبار کن

و غازیب سودی لین دین اور ترک زکوٰۃ نا توکل میں کمی کرنے سے اجتناب نہایت ضروری ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عورتوں کے لئے۔ حضور فرماتے ہیں۔ عورتوں کو چہرہ کا تنہ کا حکم دو۔ وہ ان کے لئے زینت اور بہتر ہے۔

حفظانِ صحت تندرستی کا موجب اور اقتصاد بھی حاصل فائدہ کا سبب ہے۔ جسم میں بخوبی خون کی گردش ہوتی ہے۔ اعصاب مضبوط یا صغیر قوی ہوتا ہے۔ جوانی دیر تک قائم رہتی ہے۔ گھر میں جب دیر تک چرہ ہوگا۔ برکت کا دور دورہ ہوگا۔ بہترین میری اُمت کی عورتوں کے لئے چہرہ کا تنہ ہے عورت کی بہترین تفریح و کھیل کا چرہ ہے۔ الحدیث۔

جان سیلون ایک انگریز لکھتا ہے کہ ہمارا طرز حکومت اسپینج کی مانند گنگا کے کنارے سے ہندوستان کی دولت کو چوستا ہے اور دریائے گنگا کے کنارے لیاکوٹ نچوڑ دیتا ہے۔ یعنی بذریعہ تجارت ہندوستان کی دولت لندن پہنچتی ہے۔

## اقوال حضرت علیؓ

نہندہ روٹی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔  
کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔  
مستقید میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔  
بے موقع جہا بھی باعث محرومی ہے۔

قابل صحبت بہت کم لوگ ہیں  
نصیحت دوسروں کے حال پر غور نہ کرنے سے مجال ہوتی ہے  
شکر نعمت حصولِ نعمت کا باعث اور ناشکری حصولِ رزوت کا موجب ہے

موت ایک بے خبری ہوتی ہے۔  
عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

# ایرانی سفیر دربارِ رسولؐ میں

گزشتہ سے پیوستہ

✽

صحابی۔ سب سے پہلی بات جو ہمیں بتانی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس تمام کائنات کا مالک اور خالق ایک ہے اور اس کی ذات میں یا اس کی قدرت و اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ پتھروں اور پیڑوں کے آگے سر جھکانا اور اپنا انہیں مسبود سمجھنا تو یوں بھی کسی صاحبِ عقل کو اچھا نہیں معلوم ہو سکتا۔ لیکن خدا کی خاصے میں دوسروں کو شریک کر لینا اچھے خاصے ذی فہم اصحابِ نبی بھی عام سے لیکن ہمیں ہمارے خدا نے اپنے رسولؐ کی معرفت یہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر اس تمام عالم کی حکومت میں وہ شریک ہوتے اور وہ ہستیاں جو جو مقصدیں کہ جنہیں سے ہر ایک کو خدائی اختیار حاصل ہوتے تو یہ ناممکن تھا۔ کہ ان دونوں میں کبھی اختلاف کے بعد جھگڑے نہ ہوتے اور اس جھگڑے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا چاہیے تھا۔ کہ نظامِ عالم جو ہزاروں ہزار سال سے ایک ہی شکل پر قائم ہے۔ تمام درجہ برہم ہو جاتا۔ ایک خدا کی خواہش ہوتی کہ زمین آفتاب کے گرد چکر لگائے اور دوسرا چاند کے آفتاب زمین کے گرد گھومتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ دونوں ایک دوسرے کے گرد گھومنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تباہ بر باد ہوتے۔ اور آج نہ یہ دنیا ہوتی اور نہ یہ نظامِ شمسی ہمارے لئے یہ دلیل بالکل کافی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا جھگڑتی بھی ہے وہ ایک ہے۔ دو تین یا دس ہیں

خدا نہیں ہیں

اکثر لوگ اپنی ناواقفیت کی بنا پر یہ خیال کر رہے ہیں کہ اسلام کوئی نیا اور دوسرا مذہب الہیہ مختلف مذہب ہے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس باختیار اور ذی شعور ہستی نے کہ جسے ہم خدا کہتے ہیں۔ ہر زمانے میں اور ہر قوم میں ایسے مانوی اور ایسے مصلح پیدا کئے۔ کہ جو لوگوں کو اس دنیا میں صحیح طریقے پر زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتے رہے۔ یہ صحیح طریقہ ہمیشہ سے ایک ہی چلا آتا ہے۔ اور اسی کا نام دین الہی ہے لاکھوں برس پہلے جو پیغمبر پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی انہی اصولوں کی تعلیم دی تھی کہ جن کی تعلیم آج ہمارے ہادی و مرشد دستِ رس ہیں اسلام ہرگز کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ اور نہ ہرگز کہ کوئی مذہب ہی جو خدا کی طرف سے آیا ہو۔ کیا یہ مذہب مختلف نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا اپنے منصب پر قائم ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو اس کے کلمات میں بھی تبدیلی ناممکن ہے۔ خواہ یہ کلمات ابراہیم اور موسیٰ کی زبان سے دہرائے جائیں یا عیسیٰ اور محمدؐ کی زبان سے۔

میں دباؤ رہا ہوں۔ کہ آپ کے دلیس یہ سوال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اگر ایسا ہے۔ تو پھر روزِ رونستے پیغمبروں اور نئے پیغمبروں اور نئے معنیوں کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کو

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس بات کا اصرار ہے کہ اس کے ان احسان کا شکریہ ادا کریں کہ آپ نے

اس رسول کا حجاب خود ہی مل جاتا۔ مگر آپ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے کہ انسان اس دنیا کی گونا گوں لچسپیوں میں پسند کر اپنی عقل کی بے راہ مدی کی بدولت اپنے پیغمبر کی تعلیمات کو مٹا دیتا ہے۔ اور پھر وہی صورت رونما ہو جاتی ہے کہ جب تک درستی اور اصلاح کے لئے ایک پیغمبر کا آنا لازمی ہو جائے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو خدا اور عیسیٰ کو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا دیا تھا۔ اب ان مکروہ عقائد کی اصلاح کا اس کے سوا اور کیا طریقہ ہو سکتا تھا۔ کہ پھر کوئی مسخدا کا برگزیدہ پیغمبر پیدا ہوا اور لوگوں کو مستقیم و درست کر دے۔

اسی سلسلہ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ پیغمبر اسلام کو برگزیدہ گز اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ کہ وہ کوئی مافوق البشر کوئی معجزی ہیں۔ انہوں نے نہایت صاف اور واضح طریقہ پر یہی خدا سے پاک کا یہ ارشاد و ناسد بلکہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الرُّسُومُ کہہ دو کہ میں نہایت ہی طرح کا ایک انسان ہوں جس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ یہ ذکر میں نے اس موقع پر اس لئے کر دیا۔ کہ مباد آپ بھی کسی ایسی ہی غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مافوق الامان مہتی تصور کرتے ہوں۔

سفیر۔ تو کیا میں اس کا یہ مطلب سمجھوں کہ آپ اپنے رسول کو بالکل اپنا حبیب انسان تصور کرتے ہیں اور انہیں اور معمولی انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صحابی۔ جہاں تک صرف انسان ہونیکا تعلق ہے ہم میں اور ہمارے پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہے وہ بھی

بالکل اسی طرح کے ایک انسان ہیں کہ جیسے اور سب یقین جہاں تک کمالات انسانی کا تعلق ہے۔ ہم میں کی خاک پاکی برابر ہی نہیں کر سکتے۔ وہ انبیا کامل اور اکمل انسان ہیں۔ اور ہم بندگان خالی اور گنہگار نہ ہمارے آقا و مولا ہیں۔ اور ہم ان کے ادنیٰ غلام۔

سفیر۔ اچھا ہوا کہ آپ نے یہ بتا دیا۔ ورنہ میں فی الحقیقت اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا۔ کہ آپ لوگ بھی جناب رسول خدا کا بیٹا تصور کرتے ہوں گے۔

صحابی۔ خدا اور خدا کے رسول کے متعلق اپنا عقیدہ آپ پر واضح کر دینے کے بعد اب میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ اسلام نے صورت حالات کی کیا اور کس طریقہ پر اصلاح کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر آپ کے خواہ مخواہ کے تعصب کو دخل نہ دیا اور انصاف سے کام لیا۔ تو آپ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ اس سے بہتر اور کوئی صورت اصلاح کی نہیں ہو سکتی۔

شاہد آپ کو یاد ہو گا۔ کہ اسی اثنا نے گفتگو میں میں آپ کو سمجھا چکا ہوں کہ ہر قسم کی خرابیوں اور تمام فسادات کی بنا صرف یہ تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ دولت کی غلط تقسیم (۲) اثنا سے جنس کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک دوسری اور گزروں پر ظلم و ستم اب میں ان میں سے الگ الگ ایک ایک چیز کو لیکر آپ کو یہ بتاؤں گا۔ کہ اسلام نے ان باتوں کو متعلق کیا انتظام کئے ہیں۔ اور ان خرابیوں کے سد باب کی کس کس طرح کوشش کی ہے۔ دولت کی غلط تقسیم کا مطلب میں عرض کر چکا ہوں۔ یہ ہے کہ آج قوموں اور قبیلوں میں پھرت

حال پیدا ہو گئی کہ مشکل سے کوئی دس فیصدی افراد لپکے گئے ہیں۔ پوری قوم کی دولت پر زبردستی قابض ہو کر مٹیہ گئے ہیں۔ اور باقی نوے فیصدی کی یہ حالت ہے کہ شب و روز محنت کرنے کے باوجود کثر حالات میں پیٹ بھر کر روٹی بھی اپنے لئے مہیا نہیں کر پاتے دس فیصدی بڑے بڑے عالی شانہ محلوں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور نوے فیصدی کو سر جھکنے کا ٹھکانا بھی مشکل پیش آتا ہے دس فیصدی وطن لاشار میں پیتے اور مزے اڑاتے ہیں اور نوے فیصدی کو بیماری کی حالت میں دوا تک نہیں مرقی اور آپ خود سمجھتے ہیں کہ یہ صورت حالات کسی طرح بھی خوشگوار اور قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ آپ سوچیے کہ جب ہم کئی ذرائع یا کتبہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد ایک یا دو آدمی نہیں ہوتے بلکہ بلا ہشتم واحدے پورے کا پورا کتبہ ہوتا ہے۔ ایک قبیلہ یا ایک کتبے یا ایک خاندان سے مختلف کوئی چیز نہیں ہے اور جب ہم کسی قوم کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی مراد قوم کا ہر ہر فرد ہوتی ہے۔ اب آپ غور فرمائیے کہ جس کتبے یا جس قوم کے نوے فیصدی افراد ضروریات زندگی کو ترستے ہوں کیا اسے خوشحال کہا جاسکتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اس کے دس فیصدی افراد انتہا سے زیادہ عیاشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں؟ کیا کوئی ایسی تہذیب قابل تعریف تو بڑی چیز ہے۔ قابل قبول بھی ہو سکتی ہے۔ کہ جو قوم کے بیشتر افراد کو ایسی محنت مصیبت میں مبتلا کر دے۔ اور کیا ایسے افراد رسم و رواج کا نام کسی طرح بھی تہذیب کہا جاسکتا ہے جس کی بدولت قوم کے نوے فیصدی فرزند معمولی بہائم کی طرح اپنی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں۔

جماعت انسانی کی یہ تخریب کس طرح رونما ہوئی۔ یہ ایک بہت ہی طویل قصہ ہے اور اس کی ابتدا کی سمکاش میں ہمیں ہزار ہا سال پیشتر کی انسانی تاریخ کے دقیق اُلٹے پڑیں گے۔ اور چونکہ ایسی کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔ اسلئے زیادہ آسان طریقہ یہ ہو گا کہ ہم اپنے ہی زمانہ کے حالات پر غور کر کے دولت کی اس غلط تقسیم کے اسباب معلوم کریں میں اور آپ دونوں اس حقیقت سے واقف ہیں کہ کسی نچے کے مانتے مان کے پیٹ سو دولت کے انبار پیدا ہونیکا مطلقاً کوئی دستور نہیں ہے اور یہ بھی مجھے اور آپ کو معلوم ہے کہ کوئی صحیح الانعخص اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ محنت و مشقت کر کے دولت پیدا کرے۔ خود اور پھر اُسے اپنی یا اپنے بچوں کی ضروریات پر خرچ کر نیکی بجائے اسے آگے جا کر کسی خالہ۔ ولید اور زبیر کو اور اس طرح خالہ ولید اور زبیر والدہ ہوتی ہیں اگر یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ تو لامحالہ ہمیں ان اسباب اور ان ذرائع کی ذرا وقتے نظر کرنا چاہئے تاکہ اس ترقی پر ٹپکی کہ جن کی بدولت ایک محنت پیشہ شخص کی کمائی ہوئی دولت کسی نیچے، حدی اور عیش پرست انسان کی جیب میں چلی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس وقت تک سیکلایا نہیں ہوئے تھے۔ اور ہر شخص اپنی محنت کا تبادلہ دوسرے کی محنت سے کیا کرتا تھا۔ اس وقت تک عدم مساوات یا غلط تقسیم دولت کی مصیبت انسان کے سر نہ پڑی تھی۔ کیونکہ انسان کے خورد و نوش کی تمام اشیاء ایسی ہی تھیں کہ جو چند روز میں گل مل کر خراب ہو جاتی تھیں اور انہیں



جمع کر کے رکھنا ممکن تھا سکون کی ایجاد نے یہ آسانی پیدا کر دی کہ لوگ اشیاء و خورد و نوش کو سکون کی شکل میں تبدیل کر کے محفوظ کرنے لگے۔ اور چونکہ سکون نے یہ آسانی بھی پیدا کر دی تھی کہ ان کے بدلے میں جب چاہا جو کچھ خرید لیا۔ اسلئے آسان پسند اور آرام دوست اصحاب نے اپنی تمام توجہ اسی جانب مبذول کر دی کہ جس طرح ہی ممکن ہو زیادہ سے زیادہ تعداد سکون کی اپنے قبضے میں رکھی جائے۔ انہوں نے حصول مقصد کے بہت سی طریقے ایجاد کئے ہیں جن میں سب سے زیادہ مفید کار آمد صنعت بخش طریقہ ان سکون کو سود پر پھیلنا ثابت ہوا۔ ان لوگوں نے پہلے تو اپنی پس ماندہ اشیائے خوراک کے دام گھٹے کئے تو پھر بھی دام یا سکے ضرور غنم دوا کو ان کی ضرورت کے وقت قرض دیکر ان سے وعاہے لیا کہ ایک کی بجائے سوا یا دو یا دو سے دس کر لیں اور اس طرح چند ہی روز کے الٹ پھیر میں ایک اچھی خاصی تعداد سکون کی فراہم کر لی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے۔ تو وہ حقیقت قرض دینے والے نے مقرر قرض پر کوئی احساس نہیں کیا تھا۔ بلکہ احسان قرض لینے والے نے کیا تھا کہ اس کے قرض لینے والے کی وہ اشیاء خوراک کہ جو یقینی طور پر بٹر جائیں۔ اپنے کام میں لاکھ محفوظ کر دیں اور آئندہ کسی موقع پر انہیں بحفاظت تمام واپس کر دیا۔ اس لئے اس حفاظت کرنیکا کچھ معاوضہ ملنا چاہیے تھا۔ تو اسے ملنا چاہیے تھا لیکن وہ مصنی ادا کیا ناراض تھا۔ اسے ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ تھی۔ اس ادا اور محنت سے ڈرنے والے شخص نے اپنی چرب زبانی سے مقرر قرض کو بھجایا کہ

آج تمہارے پاس کھانے کو نہیں ہے اور میں تمہیں اپنا کھانا دے رہا ہوں اسلئے جب تم واپس کرو تو اسے دو گنا کر کے واپس کرنا اور اس طرح لاتھ پاؤں ہلائے بغیر دوسروں کی کمائی ہوئی دولت اپنے خزانوں میں بھری لینے کی جھلک سمجھ رہی ہو گئی۔ خزانے بھر گئے۔ اور خوب بھر نہ بھر گئے۔ اور حریفانہ طبع باپ کے مرنے پر بیٹے کے لاتھ آئے۔ اسلئے اپنے زمانہ میں یا تو انہیں خوب لٹایا اور عیش کئے یا اپنی عمر عزیز انہیں گھنے اور سود پر چاکر دوچند کرنے میں برباد کر دی۔

آپ کا بھائی باچا یا ماموں کا بیٹا اگر آپ کے ہاں ایک وقت یا دو وقت یا چار وقت کھانا کھا جائے تو کیا آپ اسے رو رکھیں گے۔ کہ بیٹے یا دو بیٹے بعد حساب کر کے اس سے اتنا کھانا واپس لے لیں؟ کیا ایسا مطالبہ کرتے وقت آپ کو کوئی شرم محسوس نہ ہوگی؟ لیکن ان بے حمیت اور بے غیر انسانوں کو اپنے کہنے اپنے قبیلے یا اپنی قوم کے اندر اپنے بھائی سے جو کسی قدر دور کے رشتے کا بھائی تھا۔ کہلایا ہوا کھانا واپس لینے میں کوئی شرم نہ آئی۔ یہی نہیں بلکہ جتن کھلایا ہوا۔ اس سے دو گنا واپس مانگنے میں بھی کوئی غیب سے نہ محسوس ہوئی۔ اور آج یہ رسم بدیع سود پر مال قرض دیکر اسے المصاف عفو کر لینا تمام دنیا میں رائج ہے۔ اور ہر قوم کے لئے غیبی افراد کو فقر و فاقہ کی نصیب میں مبتلا کر کے صرف دس منبیدی کو موقع دے رہی ہے کہ ملت دن عیش اڑا کر اس ادا ان کے بھائیوں کی جان پر خواہ کچھ بھی کیوں نہ گزر جائے انہیں خبر تک نہ ہو۔

فطرت انسانی اس خیال سے آتا کرتی ہے اور کوئی ایسا مذہب کہ جسے مذہب فطرت ہو نہ ہو۔ اس کو متبرک و کو جائز نہیں قرار دے سکتا کہ جس کی بدولت ایک کنبے ایک قبیلے اور ایک قوم کے افراد کی مالی حیثیت و حالت میں اتنا فرق بڑا رونما ہو جائے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی ایک نعمت زیادہ سے زیادہ انسانوں تک پھیلے اور عام ہو جانے کی بجائے سب سے سب صرف چند ایسے افراد کے خزانوں میں محبوس اور مدفون ہو جائے کہ جنہوں نے اس کے حاصل کرنے کے لئے تھوڑی سی عیاری اور بیکاری کے سوا کوئی محنت اور کوئی تکلیف برداشت نہیں کی تھی۔

میں نے اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا کا بھی یہ عجیب قسم کا انصاف ہے کہ تھوڑے سے نااہلوں اور محنت و مشقت سے بھاگنے والے لوگوں کو تو اس نے اتنی دولت دے دی ہے کہ انہیں اس کا رکھنا دشوار ہے۔ اور نہ ان کا لائق بننا محنت اور یا نذا انسان محنت اور مشقت کرنے کے باوجود مشکل سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے انصاف کی شکایت کرنا ایسا گروہ اس بات کو بھولنا ہے کہ دولت کی غلط تقسیم کی کس نے ہے خود ہی تو وہ یہ حرکتیں کرتے ہیں کہ ایک شخص کا کھانا جو بڑے گھر بیکار ہو جائے اور بیکار یا جانا جا کر کھا لیتے ہیں اور اس کے بدلے میں چند روز بعد اسے دو آدمیوں کی خوراک خوشی سے جا کر دے آتے ہیں۔ اور پھر خود ہی یہ شکایت کرنے بیٹھتے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس اسکی ضرورت سے زیادہ سامان خوراک کم ہے اور خدا تعالیٰ نے کہیں اسے اس قدر زیادہ دے دیا ہے۔ خیر یہ تو ایک علیحدہ ذکر تھا جو چھٹا

آجیا میں جو کچھ عرض کر رہا تھا وہ یہ ہے کہ اسلام مذہب فطرت ہے اور اس نے اس تقسیم کے ہر ایک لین دین کو کہ جس میں ایک شخص سود و سوار و دوسرے سودے بالکل حرام قرار دیکر دولت کی غلط اور غیر مساوی تقسیم کے ایک بڑے سبب کو کلیتہً نثار کر دیا۔ چاہے لئے یہ بھی حرام ہے کہ سود لیں اور یہ بھی حرام ہے کہ سود دیں۔ اس لئے اب ہماری جماعت میں یہ تکلیف صورت حالات رونما نہیں ہو سکتی کہ ہماری تمام کمائی ہوئی دولت سب سے سب کو چند خزانوں کے اندر بند ہو جائے اور ہم تنہائی عسرت اور تکلیف کیا تمہاری زندگی بسر کر کے پر مجبور ہوں۔

سود کے علاوہ اسلام نے اسی تجارتیں ہی ممنوع قرار دیدیں کہ جن میں سرمایہ داران عام غرض کو اپنے گھروں میں بھر کر مالدار کے بھاؤ کے مالک ہو جائیں۔ اور اپنے حسب مزنی جس قیمت پر چاہیں مال فروخت کریں یہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ کہ یا نہ کی فصل تیار ہی سے پہلے ہی خرید کر کے تیار ہی کے وقت اپنی جمع کو روگیا کر لیں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ کاشتکاروں سے خرید کر اس لئے بھر رکھیں کہ جب دولت آئے تو اس کے من ہاتے عام وصول کر سکیں۔ تجارت کے ماہرین نے یہ دونوں بہت ہی منفعت بخش صورتیں تجارت کی نکال رکھی تھیں اور سود کی طرح ان کے ذریعہ سے بھی دولت سب سے سب کو چند گھروں میں آجاتی تھی۔

دولت کی نابرابر تقسیم کے ان دو بڑے راستوں کو مسدود کر کے اسلام نے ان چند چھوٹے چھوٹے راستوں کی جانب بھی توجہ کی ہے۔ کہ جن کی بدولت یہ ممکن ہے کہ

کوئی شخص دوسروں کی کمائی سے اپنی جیبیں بھرنے چوری۔ امانت میں خیانت۔ زبردستی تجارت میں تول اور ناپ کی کمی۔ اور جن دو متمند بچوں کی پدکشاں ہمارے دستے ہے۔ ان کی دولت چھٹ کر جانا سب ایسی ہی صورتیں ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ سے ملک انسان محنت و مشقت کے بغیر دولت سمیٹ لیتا ہے۔ اور یہ سب کی سب ہمارے مذہب میں گناہوں کی فہرست میں داخل ہیں۔

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اسلام نے یہی قمار بازی سے ہی روک دیا ہے۔ ہم لوگوں میں جو اکھینے کی رسم عام تھی اور رات دن یہ ناشے و کچینے میں آتے تھے۔ کہ ایک شخص اپنی محنت سے پیدا کی ہوئی ساری دولت محض اس بنا پر اپنے ہاتھ سے لے کر بیٹھا۔ کہ انصاف سے پانہ اس کے موافق طلب نہ پڑا اور ایک شخص ذرا سی دیکھ کر محنت و مشقت کے بغیر اچھا خاصہ امیر بن گیا۔ محض اس سبب سے کہ پانہ اُس کے موافق پڑ گیا تھا۔ اور سب جوار یوں کی دولت سمٹ کر اسکی جیب میں آ گئی تھی۔ اسلام اُسے تو پسند کر سکتا تھا کہ ایک شخص کی جمع کی ہوئی دولت دس بیس یا پچاس شخصوں تک پھیل جائے لیکن دس بیس جیبوں سے اس سمٹ کر ایک جیب میں آنا اسے ہرگز گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ اسی لئے پرین اسلام کو اس تغرجی مشغلے سے بھی بالکل روک دیا گیا۔

دولت کے سمٹ کر ایک جگہ ہونے کے یہ جتنے وسائل تھے وہ سب بند ہو گئے۔ نواب اہم نے موجودہ دولت کو پھیلانے کے ذریعہ اختیار کئے۔ ہمارے لئے ایک مضاب مقرر کیا گیا اور ہمیں حکم ملا کہ اگر ہمارے پاس اس نصاب

اندر اندر مال و دولت ہے تو خیر لیکن مگر مقررہ مضاب کے برابر اس سے زیادہ ہے۔ تو اپنی کل دولت کا کل چالیسواں حصہ ہمیں ہر سال اپنے کپنے یا قبیلے کے غریبوں اور ناداروں کو دینا پڑتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر آمدنی کے خاص ذرائع نہ ہوں۔ تو کوئی چالیس پچاس سال میں ہماری مالی حیثیت لازمی طور پر قوم کے عوام کے برابر ہو جائیگی۔ اور امیری اور غریبی کے الفاظ کو ہم سے کم ہماری قوم کیلئے بیکار اور بے معنی ہو جائیگی۔ اپنے مال کا چالیسواں حصہ ہر سال دنیا تو ہم پر فرض ہے اور اسے نکلوانے کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی ہمیں بار بار درگاہ باطنی سے بھی حکم ملتا ہے۔ کہ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دو اور خدا کی راہ کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنا تمام مال و حساب یا اس کی قیمت کا سونا اور جواہرات ایسا کر کعبۃ اللہ کی چوڑھٹ کے نیچے دفن کردیں یا چاہا زرمزم میں ڈال دیں۔ بلکہ اس مطلب صوفیہ ہے کہ ہم اس سے صرف اپنی ہی قوم یا اپنے ہی کنبہ کی حالت نہ نبھالیں۔ اپنے معزز و العزمت ماں باپ کو دیں۔ اپنے نادار غریبوں اور رشتہ داروں کو دیں۔ کپنے یا قوم کے ایسے بچوں کی پرورش پر صرف کریں کہ جن کا کوئی نکلوان اور سرچ نہیں ہے اور پھر بھی بچ رہے کہ قوم کے اور جو غریب اور مسکین ہیں ان کی امداد کریں۔ ہم پر ہمارے خدا کی طرف سے نماز اور روزہ فرض کیا گیا ہے لیکن صرف اسی شہہ کو مٹانے کے لئے کہ ہمیں ہم صرف اپنے ان فرائض کو ادا کرنے کوئی نہ تقور کر لیں۔ ہمیں بالکل کھلے ہوئے اور مناف لفظوں میں یہ بتا دیا گیا ہے۔ لیس الابرار تولوا وجہا حکم قبل المشرق والمغرب الخ یعنی یہ نیکی نہیں ہے کہ تم قریب یا چھپتہ کی طرف منہ کر کے رگو یا نماز کے لشکر سے

ہو جاؤ نیکی تو یہ ہے کہ تم خدا پر خدا کے پیغمبروں پر خدا کے فرشتوں پر خدا کی کتابوں پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنی دولت اپنے عزیزوں پر پیسوں پر اور جو غلام ہیں۔ ان کی لکڑیوں غلامی سے چھڑانے پر صرف کرو۔

ایک دوسرے موقع پر ہیں اپنے خدا کی طرف سے یہ پیغام بھی ملا ہے کہ لن تداکوالبرحتی تنفقوا مصا فقہون۔ یعنی تم اس وقت تک نیک ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم اپنے مال میں سے جو کہ تمہیں عزیز ہے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

زکوٰۃ ادا کرنا تو ہم پر فرض ہی ہے۔ وہ تو بہر صورت ہمیں ہر سال نکالتی ہے اور اسے اگر ہم ادا نہ کریں تو اللہ سے غصہ سے قاصر رہنے کا جرم ہم پر عائد ہو جاتا ہے لیکن اسے ادا کر دینا نیک انسان بننے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اسے ادا کرنے اور نماز روزہ کی عبادات بجا لانیکے بعد بھی ہم استغاثہ نیک نیک نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ہماری دولت ہماری رشتہ داروں اور قبیلے کے یتیم بچوں اور دیگر معذور انسانوں کو نفع دینے کی پرورش اور نگہداشت پر صرف نہ ہو۔ اور ان احکاموں سے واقف ہو جائیکے بعد آپ خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہماری عبادت میں کسی گھر کے اندر دولت کا انبار جمع ہو جانا ناممکن ہے جب کہ بھی ہماری ضروریات سے زیادہ دولت ہمارے پاس جمع ہوگی۔ اسی وقت ہم اسے اسکی راہ میں خرچ کر دینے پر مجبور ہوں گے کیونکہ ہم سے یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ۔  
والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔ یعنی جو لوگ کہ چاندی سونے کو زمین میں دفن کر کے

رکھتے ہیں۔ اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو حج شدہ دولت کو پھینکا کا ایک یہ ذریعہ بھی اسلام نے اختیار کیا ہے کہ کسی شخص کے مر جانے پر اس کی دولت دوسری قوموں کی طرح صرف ایک بیٹے کے حصہ میں نہیں آتی۔ بلکہ حصہ مدی اسکی بیوی اس کے تمام بچے اسکے ماں باپ سب اس کے حقدار ہوتے ہیں۔ اور اس طرح تقسیم ہو کر تھوڑی تھوڑی سی سب کو مل جاتی ہے۔

## اقوال حضرت عثمانؓ

تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ~~خوش ہوتا ہے~~۔  
تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اسکی رغبت رکھتا ہے۔  
تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور جاننا چاہی حسیں کا نعم کرتا ہے۔  
تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے۔ اور پھر مال جمع کرتا ہے۔  
تعجب ہے اس پر جو ورغ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔  
تعجب ہے اس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے۔ اور پھر غیر دین عزیز کا ذکر کرتا اور ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔  
تعجب ہے اس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔

# کیا حضور علیہ السلام کی صرف ایک صاحبزادی تھیں

(یہ سلسلہ اشاعت بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۳۷ء)

(از مولوی محمد امین صاحب جھنگوی)

علیہ السلام اخراج وطن مثل حضور علیہ السلام پر متعین کو  
آلودہ تعدی و طغیان کرتی ہے۔ گزشتہ بیانات سے حق  
بین آنکھ کو مسئلہ کی وضاحت بالذلیل سے بھی انکار نہیں ہو  
سکتا لیکن باطل نواز دل ہمیشہ مصر بالمجر رہنا ہی ہے کیونکہ  
یہ مفت امنیں خاصہ لازمہ کی طرح چٹ جاتی ہے۔ وما  
یجحد بالیقین الا الکفر۔  
اثبات بالاحادیث۔

مسئلہ کو گزشتہ بیانات میں وضاحت آیت اور عقلی  
دلائل سے ثابت کیا (بحوالہ ومنہ) اب احادیث و اقوال آیت  
کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان کیا جاتا ہے۔  
۱۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس  
معاشرۃ الناس امام حسن اور امام حسین اپنے ماموں (خال)  
اور دامادی (خالہ) کی طرف سے بھی غیر الناس ہیں۔ القاسم  
ابن رسول اللہ خالہما و خالتہما زینب  
بنت رسول اللہ (ق) حضرت قاسم رسول اللہ کے  
صاحبزادے ان کے ماموں ہیں اور حضرت زینب بنت رسول اللہ  
ان کی خالہ ہیں روئے معانی ص ۱۳۱ معلوم ہوا۔ جنین شریفین  
کی خال اور خالہ تعین جمعی تو رسول خدا نے فرمایا۔ حسنین  
شریفین خال اور خالہ کی طرف سے بھی خیر الناس ہیں۔

تعصب ہٹ دھرمی ایک ایسی قبیح عادت ہے  
جس سے ہر صالح صفت کو اجتناب ضروری ہے۔ عینک  
تعصب جن شخصوں کی آنکھوں پر چسپاں تھی۔ انہوں نے  
آیات بنیات و معجزات ظاہر کو دیکھتے ہوئے حق پر روگردانی  
کی۔ اس تعصب ہی نے فرعون کو راہ راست پر آنے نہ دیا۔  
اور نذر عذاب الہی کا مستحق بنا۔ لیکن اطاعت منظور نہ کی۔  
حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ناز و کبر و غرور اور اس  
کے بن خرمیہ ایمان نہیں لائے علیہ السلام کی سچائی  
و یکھنے بھی یہودیوں سے ایسی ناشائستہ حرکت صادر ہوئی  
ہے۔ جو آثار قیامت تک ضرورت علیہم الدالۃ  
والمسکنة کا موجب بنتی ہے۔ کیا کفار مکہ نے  
ہزاروں معجزات و آیات بنیات و یکھنے نہیں کہا تھا۔

ما لہذا الرسول یا کل الطعام ویشی  
فی الاسواق۔ وان ہذا الا لکرم بین  
یہی انہماک تعصب تو ہے جو حق کوئی ہر باہر دیکھ کر متعصب  
کو باطل کفر منق عصیان تعدی کی اعانت پر متحرک کرنا  
ہے۔ یہی ہٹ دھرمی بعض اوقات انبیاء کی ذات گرامی پر  
ہمتان تراشی مثل موسیٰ و قارون (احلاق مثل ابراہیم)  
اور عیسیٰ مثل زکریا علیہ السلام تعلیق بالاصلیب مثل عیسیٰ

۱۴، حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا اپنے گھر داخل ہوئے حضرت عائشہ علیہا السلام جناب فاطمہ الزہرا مخاطب ہو کر فرمادی ہیں قسم خدا کی اے خدیجہ کی بیٹی تیری بی بی لاش ہے کہ تیری والدہ کو ہم پر فضیلت ہے۔ ان پر کونسی فضیلت تھی۔ وہ ہم میں سے ہمارے جیسی ایک تھیں حضرت فاطمہ رسول اللہ کو دیکھ کر رو پڑیں حضور نے فرمایا۔ اے نخت جگر تو کیوں روتی ہے عرض کی، حضرت عائشہ میری ماں کا ذکر نقص کیا تھا دیکھا ہے اس واسطے میں رو رہی ہوں۔ رسول اللہ شکر ناراض ہوئے اور فرمایا۔ اے عیسہ (لقب عائشہ) اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیاری بیٹنے والی میں برکت دی ہے۔ وہاں خدیجہ و ولادت منی طاہرا و هو عبد اللہ و هو المطہر و ولدت منی القاسم و فاطمہ و فقیہ و امر کلثوم و زینب و انت من عقم اللہ رحمہ فامر قلدی شیئاً

۱۵، تحقیق خدیجہ نے مجھ سے جناب طہارہ اور وہ عبد اللہ و طہر ہے ماورجنا مجھ سے قائم و فاطمہ و رقیہ و ام کلثوم و زینب صلوٰۃ اللہ علیہم اور اے عائشہ تو ان عورتوں میں سے ہو جن کے رحم کو اللہ تعالیٰ نے باخبر کر دیا ہے۔ پس تجھ سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ کتاب الخصال ج ۲ ص ۳۷۷ ۳۸۰

۱۶، امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا۔ خدا کی رحمت ہو خدیجہ پر جس سے طہارہ و طہر پیدا ہوئے اور سیدہ رقیہ فاطمہ زینب ام کلثوم بھی ان سے پیدا ہوئیں۔ حیات القلوب ج ۱ مطبع نوکثریہ ص ۸۹۔

۱۷، رسول اللہ نے فرمایا۔ خدیجہ پر خدا رحمت نازل کرے۔ اس نے طہارہ و طہر کو پیدا کیا۔ اور رقیہ فاطمہ زینب ام کلثوم بھی ان سے پیدا ہوئیں۔ شفاء الصدور و الکروب ص ۲۶ = مستند

کون ہے جو مندرجہ بالا حوالہ سے انکار کی جرأت کر سکتا ہے ان ارشادات سے اگر کوئی انکار کرے تو وہ متعصب ہی کہلا سکتا ہے حق میں آنکھ کھلی انکار پر جرأت نہیں کر سکتی بہت دھرم ہی ہے جو رسول اللہ کی نسب کو قطع کر کے کوشش کر رہا ہے کون ہے جو رسول اللہ کو ایذا دینے سے اب تو تائب ہو کر سرخروئی و رگاہ علی جاں کرے۔

### اقوال حضرت علی کریم اللہ وجہ

۱۸، حضرت امیر المومنین حضرت علی نے جنگ نہروان سے واپسی کے وقت کوفہ میں خطبہ کے دوران میں ارشاد فرمایا۔ انا زوج البتول سیدۃ النساء العالمین فاطمہ التقیۃ الزکیۃ المبرۃ المہدیۃ حبیبۃ حبیب اللہ وخیر بنا قدر میں فاطمہ سیدۃ النساء العالمین کا شوہر ہوں۔ جو بتقیہ پاک معصومہ برامیت یافتہ اور حبیب خدا کی پیاری اور دوسرے صاحبزادیوں میں سے بہترین میں۔

کیا اب بھی بنات کا معنی ایک لڑکی کرتے رہو گے۔ جب کہ حضرت علی کی تصدیق بھی آپ کے بیان کردہ معنی کے خلاف ہے۔

۱۹، حضرت عثمان جب شہید ہوئے تو حضرت علی نے انحصار تاسف کے طور فرمایا۔ دیگر مناقب کے علاوہ یہ بھی فرمایا وفد ذلت عن صخر صلعہ مالاینا لا۔

اور بیشک پایا تو نے شرف رسول اللہ کی دامادی کا جو حضرت  
سعید اور حضرت عمرؓ نے نکایا تھا۔

اسے شیعہ بیان علی کیا اس سے زیادہ واضح قول دیکھ کر  
بھی انکار ہی انکار کرتے رہ گئے بھی۔ آپ کے انکار کی  
سدۃ الملتہٰ بھی ختم ہو گئی۔

کتاب الباریۃ جو حضرت علیؓ کے اقوال و خطبات  
کا مجموعہ ہے جو بلاغت و فصاحت میں لاثانی ہے۔ یہ  
کتاب اہل شیعہ کے نزدیک مثل صحف آسمانی و آیات  
قرآنی ہے

۴۴ جناب امیر علیؓ سلام بعض داؤد خواہوں کی طرف  
سے حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا۔

جیسا ہم نے رسول اللہ کی مصاحبت کی ہے ویسی ہی تو  
نے بھی کی ہے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی حق میں کچھ سو  
اولیٰ و افضل تو رسول اللہ سے از روئے خویشی  
بر نسبت ان دونوں کے قریب تر ہے۔ تو دامادی پتیر کے  
اس مرتبہ پر پہنچا ہے۔ جس مرتبہ تک یہ دونوں نہیں پہنچے  
نیز رنگ فصاحت ۳۲۶

کلام امام سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ ششہ دامادی  
نامہ بہت کرنا کہ ابھی اس پر ششہ کے بخت فضیلت شیعہ  
پر اظہار خیال فرمایا۔ معاً یہ بھی معلوم ہوا کہ ششہ دامادی  
ایک تعلق برتری ہے جو حضرت صدیق و عمرؓ کو حاصل نہیں  
گو یہ فضیلت جزوی ہے۔

## اقوال ائمہ

۱۰ امام جعفر صادقؓ نے اپنے والد بزرگوار سے روایت کی  
کہ جناب رسول خداؐ نے اپنی جملہ صاحبزادیوں اور ازواج

سہرات کا حق ہر ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں  
فرمایا۔ فروع کافی ج ۲ کتاب النکاح ص ۱۵۶

۱۱ حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں فان رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اباً بناۃ شر مایا  
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سے زیادہ صاحبزادی  
کے باپ تھے۔ فروع کافی ج ۲ کتاب التعلیقہ ص ۱۵۷

۱۲ امام جعفر صادقؓ نے فرمایا جابر و بن منذر کہ تیرے  
ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ تو اُسے برا سمجھتا ہے اور خفا  
پھرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔ وقد کان رسول اللہ  
ابا بناۃ۔ عداد سابق فروع کافی

یہاں لفظ قد بطور تحقیق مع التاکیہ ہے۔ فانہم  
ولا تکن من الملتصبین۔

۱۳ جناب پیغمبر خداؐ نے حضرت خدیجہ سے عمر زاید از  
میں سال خادمی فرمائی۔ اور بن سے اسحضرت کے فرزند  
قبل از نبوت قاسم۔ رقیبہ۔ زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے  
اور بعد از نبوت طیب طاہر اور حضرت فاطمہ پیدا ہوئے۔  
اصول کافی باب مولد النبی ص ۲۷

۱۴ پس قبل از رسالت شہنشاہ دو عالم کی اہلاد حضرت  
خدیجہ سے قاسم و رقیبہ و زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے۔  
اور بعد از رسالت طیب و طاہر اور فاطمہ متولد ہوئے۔  
صافی شرح اصول کافی باب مولد النبی ص ۳۷

۱۵ محمد بن علیؓ اہلبی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر  
صادقؓ علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے کہ صبح کے وقت

ایک منادی آتا ہے کہ اے خدا کے گروہ والے اپنی مراد کو پہنچیں گے  
علی علیہ السلام اور ان کے گروہ والے اپنی مراد کو پہنچیں گے

اور شام کے وقت ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ -  
آگاہ ہو جاؤ۔ حضرت عثمان اور اس کے گروہ طالع فائز المکار  
ہو گئے۔ یعنی ولی مراد کہہ نہیں گئے۔ فروع کافی ج ۳  
کتاب الوضوء ص ۱۷۷

نتیجہ اسکا یہ نکلا۔ حضرت علی اور اس کے متبعین اور  
حضرت عثمان اور اس کے اصحابین مراد کو پہنچیں گے۔ اور  
نجات کی بشارت ان کے لئے ہے کیونکہ ان دونوں کا جو  
تعلق دامادی ہے۔ وہ برائے باقی ہے۔ اور یہ اختیار  
بوجہ تقرب جناب بالکتاب ہی ہے۔

لقب ذی النورین۔ حضرت عثمان کا لقب ذی النورین  
مشہور اسی لئے ہے کہ جناب آقا ناما کی دو نور چشمیں سیدہ  
رقیہ اور ام کلثوم کیساتھ آنجناب کا نکاح ہوا۔

نسب نامہ جناب ممدوح کسی غیر مسلم قبیلہ میں سے نہ  
تھے۔ بلکہ قوم قریش اور قبیلہ بنی اُمیہ میں سے تھے۔  
آپ کا نسب نبی صلعم سے پشت بعد بنو ہاشم میں ملتا ہے  
بائیں سلسلہ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اسیر بن عبد اس  
بن عبد مناف۔ سبب الانساب ص ۷۷

آنحضرت کا نسب نامہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب  
بن ہاشم بن عبد مناف نیز حضرت عثمان کی والدہ اروسی  
نبی عبد المطلب رسول اللہ کی حقیقی عمتیں معلوم ہوا  
حضرت عثمان نسب نامہ میں بھی رسول اللہ سے ملنے جلتے  
ہیں نہ کہ غیر نہیں

یہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جب سیدہ زینب فخر  
رسول اللہ نے وفات پائی۔ تو حضرت فاطمہ متور  
کیساتھ نکلیں۔ اور اپنی بہن زینب پر غار جنازہ ادا کی

(۸) امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ سیدہ زینب کے  
ساتھ تیرہ قبائل تھے۔ اور حضرت علی کیساتھ قبیلہ قریش  
سے مسبذیل پانچ اشخاص تھے۔ محمد بن ابی بکر  
ہاشم بن عقیلہ جعدہ بن عبیدہ محمد بن ابی خدیفہ اور  
پانچواں ابی العاص بن ربیعہ داماد رسول اللہ بیٹا۔  
اخبار الرجال ص ۷۷

۱۸ داؤد نے ابوالحسن کو کہا کہ تو نے اپنی لڑکی کی  
شادی فلان اموی سے کر دی ہے۔ اور تو نے ایسا گناہ کیا  
ہے جو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریگا۔ ابوالحسن نے جواب دیا  
کہ رسول اللہ نے بھی تو اپنی دو لڑکیوں کی شادی  
حضرت عثمان سے کر دی تھیں میں نے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کی پیروی کی ہے۔ اخبار الرجال ص ۱۷۷

(۹) حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ  
کے سات فرزند تھے۔ حضرت صدیق اکبر سے جناب رسول اللہ  
کے ہاں قاسم و طاہر و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ  
پیدا ہوئیں اور حضرت علی نے فاطمہ سے نکاح کیا۔

اور ابوالعاص نے زینب سے

نکاح کیا۔ اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے نکاح  
کیا ایک کچھ تشریف بخاک کے بعد ہی فوت ہو گئے۔ پھر جب صحابہ کرام  
میدان ہیکو روانہ ہوئے۔ رسول اللہ نے رقیہ کا نکاح  
حضرت عثمان سے کر دیا۔ اور رسول اللہ کے ہاں ام کلثوم  
ماہیہ قبیلہ سے پیدا ہو گئے۔

وامام مستحب ہے کہ ہر روز ماہ رمضان اور ہر جمعہ کو  
سارے سال میں اس دعا کو پڑھے۔



# روزِ رازشیت مراضی کی عد خلا فیہ

(از ڈاکٹر محمد ایوب صاحب بھیرہ دہلی)

غضب کیا ترے وعدوں پہ اعتبار کیا  
تمام رات قیامت کا انتظار کیا  
قرآن حکیم کی نص صریح دجو وہ ہے کہ وعدہ کر کے اس کو  
پورا کر دے اور ویسے طریق شرافت و انسانیت بھی یہی ہے کہ  
ایک مرتبہ زبان سے جو وعدہ کر لیا جائے۔ اس کو پورا کیا  
جائے۔ ورنہ دنیا میں کسی شخص کی زبان کا اعتبار و اہمیت اد  
نہیں ہو سکتی۔ برخلاف ازیں نبی کی ذمت عوام الناس سے  
نہایت ارفع و اعلیٰ ہوئی ہے۔ محبوب اور وعدہ خلا فیہ کا اندیشہ  
کی فطرت میں دخل نہیں ہوتا اور ہزار ہا خوبوں کے علاوہ  
یہ خوبی ایک اتنی بڑی خوبی ہوتی ہے کہ تمام خوبیوں کی  
سہ ماہ کہیں تو بجا نہ ہوگا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ  
قرون اولیٰ کے مسلمان جب میدان کارزار میں دشمنوں سے  
وعدہ کر لیا کرتے تھے۔ تو ہمیشہ سے بڑے خطرے سے  
بھی ڈر کر وعدہ شکنی نہیں کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ  
روم و شام و ایران جیسے دشمن ممالک میں ان کی صداقت  
کا منکھ چلتا تھا۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت صرف  
ایک مسلمان کا وعدہ پوری قوم کا وعدہ ہو گیا تھا۔ وہی  
ہذا القیاس مسیگردوں و اوقات ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ  
شر فاجب وعدہ کر لیا کرتے ہیں۔ تو جان دے دیتے ہیں۔

اللہم صل علی رقیہ بنت نبیک و العن من  
اذی نبیک فیہا۔ اللہم صل علی ام کلثوم  
بنت نبیک و العن من اذی نبیک فیہا۔  
یا اللہ رحمت بھیج رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے  
اور لعنت کر اس شخص کو جس نے اذیت دی تیرے  
پیارسے کو اس بارے میں اور یا اللہ رحمت بھیج ام کلثوم  
پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے۔ اور لعنت کر اس شخص کو جس نے  
ایذا دے تیرے نبی کو اس بارے میں۔ زاد المعاد ص ۳۱  
وقفہ اجرام ص ۱۰

۱۲) شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی اپنی کتاب تہذیب میں  
امام جعفر سے نقل کرتے ہیں۔

کان یقول فی دعائہ اللہم صل علی رقیہ  
بنت نبیک اللہم صل علی ام کلثوم  
بنت نبیک۔

امام جعفر صادق و دعائیں بڑی فرمایا کرتے تھے  
یا اللہ رحمت بھیج حضرت رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی  
ہے۔ اور رحمت بھیج ام کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے  
مے مذہب امامیہ کے پیروں میں طرح واضح طور پر امام  
جعفر صادق علیہ السلام نے مسئلہ بالا کو شاندار ترتیب سے  
بیان فرمایا۔ اسکے بعد بھی اگر آپ نہ مائیں۔ تو ملاحظہ  
آپ کو اپنے پیشواؤں و ندرگان دین کے پاک ارشادات  
سے سراسر انکار ہی انکار ہوگا۔ ادا اس کے بعد معلوم ہوگا کہ  
آپ کی صحبت اماموں سے قولی ہے عملی نہیں اور قول باطل  
کے متبر نہیں مروود ہے۔

فاہم ولا تکن من الجاحلین

(باقی آئندہ)

گمروعدہ پورا کرتے ہیں۔ مگر جناب مرزا صاحب اس معاملے میں بھی صفر تھے۔ اور شرفا کی صف میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ مندرجہ ذیل باتوں سے قارئین کو کام میں دعوت کی خود تصدیق فرمادیتے گے۔

۱۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:-

”پہلے پچاس حقہ (برہمن احمدیہ کے) لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا۔ اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک لفظ کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حقہ سے وعادہ پورا ہو گیا“ برہمن احمدیہ ۷۶

مرزا صاحب نے لوگوں کو دھوکہ دیکر پیشگی روپے وصول کر لئے تھے اور وعدہ یہ کیا تھا کہ ہم پچاس حقہ برہمن احمدیہ کے لکھیں گے جس کی متعلق طرح طرح کے سبب دیکھائے۔ کہ وہ کتاب ایسی ہوگی اور ویسی ہوگی وغیرہ جب برقی خوب اکٹھی ہوئیں اور لوگوں نے پیشگی روپے جمع کرائے تو وعدہ شکنی کرتے ہوئے لکھ دیا۔ کہ وعدہ کو پورا ہی کا تھا۔ مگر پچاس کے ہندسے سے صرف ایک ہندسے نقطے کو کاٹ دیتے۔ اور پانچوں حقہ قبول کر کے اسکو پچاسوں حصہ ہی سمجھتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جس شخص کے وعدوں کی یہ حالت ہو کہ پچاس کی بجائے صرف پانچ حصے اور پھر جرم برتر از جرم یہ کہ اس چالاکی کو ایسے عہد بھی سمجھے۔ اسکی اخلاقی حالت کا اسی واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح تو لازم آتا ہے کہ مسلمان اسلام قبول کر کے تیس روز سے رکھنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ مگر صرف تیس کے ہندسے سے لفظ کاٹ کر آٹھ غانیوں کی طرح صرف سال بھر میں تین حصے

لکھ کر کہیں کہ وعدہ پورا ہو گیا۔ یا کسی کے پچاس روپے دینے ہوں۔ اور صرف پانچ دیئے جائیں۔ تو کیا وعدہ ادا ہو گیا؟ انہوں کا دیانی نہیں کے وعدے یوں ہی پڑے ہوتے۔ اگر ان کو زبان کا پاس ہوتا۔ تو چندہ ٹھرتے وقت جمیاد وعدہ کیا تھا اسکو ضرور پورا کرتے قادیانیوں سے دانتے سے مرزا صاحب کے غیر شریف ہونے کی پول کھلی جا رہی ہے۔ کوئی تاویل گھر رکھی ہے تو پیش کر دے مگر کوئی ایسی حجت پیش کرتا۔ جس میں کسی قرعہ خواہ کے مطالبے کو پورا نہ کر نیکاد ذکر ہو۔ نہ یہ کہ اپنا مطالبہ چھوڑا گیا ہو؟

۲۔ مرزا صاحب گندہ دہان ہونے میں بھولے عالم تھے۔ چکی وجہ سے ان پر سقدمات بھی چلے اور ملتیں نے سخت ریا کس ہی دیئے۔ چنانچہ سقدمات میں کتبان ڈاکٹس صاحب نے مرزا صاحب کو گالیاں دینے سے منع کیا مگر وہ کب ملتے ملتے تھے۔ سقدمات میں مشرف وہی صاحب مجسٹریٹ فیڈل گروہر نے امن عامہ کے پیش نظر مرزا صاحب سے تحریری طور پر وعدہ لیا کہ:-

”میں مرزا غلام احمد قادیانی بخسور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں۔ کہ آئندہ:-

۱۔ میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی خیال کئے جاسکیں۔ کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) وقت پہنچے گی یا وہ خود عقاب الہی ہو گا۔

۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپنی زراہ و درخواست کرنے سے بھی اجتناب کروں گا۔ کہ وہ کسی شخص کو دینی

کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بٹاؤں گا۔

۱۵ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے۔ میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے۔ ترغیب دہنگا۔ کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں۔ جس طریق پر کاربند ہونیکا میں نے دفعہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ میں اقرار کیا ہے۔

العبد گولیاں شد گولیاں شد  
مرزا غلام احمد خواجہ کمال الدین جے ایم ڈی  
بقلم خود بی بی ایل بی ڈی ڈی بی ڈی ڈی

۲۴ فروری ۱۸۹۹ء ضلع گورداسپور  
۱۸۹۹ء میں جب مرزا صاحب نے کپتان ڈیگلس کے حضور میں سخت الفاظ وغیرہ کے استعمال نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔ تو مندرجہ ذیل الفاظ میں اس عہد کی تصدیق بھی فرمائی تھی :-

"ہم نے صاحب ڈیگلس کو کھنڈہ کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے۔ کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے۔"  
راشتہ دار مرزا ۲۴ دسمبر ۱۸۹۹ء مندرجہ کتاب البریت دیا چہ ص ۱۱ مصنفہ مرزا صاحب

مگر صرف دو سال کے اندر مرزا صاحب نے عہد شکنی کی مخالفین سے مقدمات ہوئے اور مرزا صاحب نے دوبارہ تحریری طور پر ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں اس اگسا لائے طریق سے عہد کیا کہ خود داری کو بھی بالاطلاق رکھا اور اپنی نبوت و محمدیت کی اپنی باتوں و گت بنائی۔ بشرطے ایم۔ ڈی کی عدالت میں عہد کر نیکی

مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ نہیں کرنے سے بلایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ توبہ عتاب الہی ہے یہ ظاہر کرے کہ ذہبی مباحثہ میں کون بچا اور کون جھوٹا ہو میں کسی پیغمبر کو امام جبار کشیدہ کرنے سے مجتنب رہوں گا۔ جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی متحمل وجہ رکھتا ہو۔ کہ فلاں شخص یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی (ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الہی ہوگا۔

۱۶ میں اس امر سے بھی باز رہوں گا۔ کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کیا توبہ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دلائل لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصدیق کر دوں جس سے ان کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ شد و حال نہ کہم۔ کا تو یہ۔ بطالوی نہیں لکھوں گا (بطالوی کے پیچھے بالوی کے لئے بچا نہیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کے لئے لکھا جاتا ہے۔ تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پراپیٹ زنگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شایع نہیں کروں گا۔ جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا غفلت احتمال ہو۔

۱۷ میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کیلئے بلاؤں۔ کہ دے خدا کے پاس مباحثہ کی درخواست کریں تاکہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے

بعد پھر کیا مرزا صاحب اپنے عہد پر قائم ہے؟ وہ بھی عدالت کی زبانی سنیں۔ عدالت لالہ آغا رام مہنتہ بی بی کے اکثر اسٹنٹ کسٹمر مجسٹریٹ درجہ اول گورکھ پور کا فیصلہ ۸ اکتوبر ۱۹۹۷ء ملزم منبرا (مرزا صاحب) اس امر میں مشہور ہے کہ وہ محنت اشتغال وہ تحریرات اپنے مخالفین کے خلاف لکھا کرتا ہے مگر اس کے اس میلان طبع کو نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا ۱۹۹۷ء میں کینٹن ڈنگلس صاحب نے ملزم کو مجموعہ تحریرات سے باز

رہنے کیلئے فہمائش کی تھی۔ پھر ۱۹۹۷ء میں مسٹر ڈوٹی صاحب مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ مجموعہ نقص امن کا فعلوں سے باز رہیگا۔  
(روڈیاد مقدمہ مرتبہ مولوی کرم دین صاحب جلی منٹام) ان تمام واقعات سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے عہد شکنی کی۔ اور شریعت السنن عہد شکنی نہیں کیا کرتے۔  
اب قادیانی جماعت خود فیصلہ کرے کہ مرزا صاحب کون تھے؟

# عرفان نفس

نئی ترتیب گنت بنی جس الودید  
چند جندی نہ قدرت العلیہ

(ادارہ)

من عرف نفسه عرف ترجمہ جس نے اپنے نفس کو سراہا  
پہچانا۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

میناکس۔ جو اپنی فطرت سے آگاہ ہے۔ وہ خدا کو جانتا ہے۔

سینٹ آگسٹائن۔ اے خدا میں تجھے ایک گم کردہ کی طرح تلاش کرتا رہا۔ جنگلوں میں تلاش کیا۔ گلی کو چہ چھان مارا لیکن تو میرے اندر تھا۔

عارف رومی۔ خدا یا اس چہ بواحبیت کہ باوجود تامل کے کئی وقتیکہ تیرے جویم خود را یایم و وقتیکہ خود را

مے جویم ترے یایم۔  
ترجمہ۔ اے خدا یہ کیا عجیب ماہ ہے کہ جو تو اپنے دوستوں کیساتھ کہتا ہے جب ہم تمہیں تلاش کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو پاتے ہیں جب اپنے آپ کی تلاش کرتے ہیں۔ تو تو مل جاتا ہے۔

حکیم الامت نبض شناس ملت علامہ اقبال (روح اللہ رحمہ)  
مقولہ بالاکل شریح میں یوں رقم فرماتے ہیں۔

تلاش اوکنی وجہ خود نہ بینی  
تلاش خود کنی حزنہ اونہ یابی  
عالم تنہا میں شہید یوں فرماتے ہیں۔

بہبودہ چلاور پے اوسے گردی

سردارگر ادخاست خودے آید

لے سردار کیوں اسکے چچے مارا مارا پھرتا رہے۔ اگر خدا ہے تو سبہ کو خود ملے گا۔

سبہ جب اس حقیقت کی تہ میں نمود فرماتا ہے۔ کہ نفس تیری پیدائش سو مالک کن فیکون کی غرض اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ تو اس کا مطیع و منقاد رہے۔ جب اُس نے تیری آسائش کے لئے ہزار ہا نعمتوں کو اس عالم کو مزین فرمایا۔ سجدہ چاند ستارے۔ زمین خیمہ افلاک دوران موسم ہر چیز میں انسان کو سبق قائل کرنے کے لئے فہم افزا رخصائیں اور بصیرت افروز تجارب ہیں جب اس حسیم نے ان تمام چیزوں کو مکمل فرما کر تیرے تابع کر دیا۔ و نعم ما قیل

چلاور پیدائش تیری دیکھو اس طرح چاند سورج اور تمام مینا کی طرح کہتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کی طرح سب جہاں تیرے لئے اور تو خدا کی ادا ٹھارہ ہزار مخلوقات پر انسان کو عالم اعلیٰ مقرر

فرمایا۔ ولقد کرمانابی ادم و حملناہم فی البر والبحر۔ تو آخر اس عزت افزائی بے لگنی مالکی مٹھری کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ اور وہ وجہ و علت خدائی اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ کہ و ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون اور انہیں پیدا کیا۔ ہم نے جنوں اور ان لوگوں کو مگر یہ کہ عبادت گذاری میں رات دن مصروف رہیں۔

ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون

خدا نے جنوں اور انسان کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا

جامعہ نگر (دوسری)

جب انسان نفس کی مفزوری تکبر کو شکست دیکر فانی اور کامرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو مالک ذوالجلال ذریعہ وحی عالم دنیا کو متوجہ کر کے ارشاد فرماتا ہے۔ اے مسکن عالم میں مسلاں بن فلاں کو دوست رکھتا ہوں۔ تم بھی اس کے ساتھ رشتہ مودت قائم کرو۔ ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

(حدیث قدسی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جب انسان فانی کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کر لیتا ہے۔ اور فانی ائمہ کی منزل منتہی پر کامزن ہوتا ہے۔ تو میں اس کے عوض اس کی تھ کیا سلوک کرتا ہوں۔ کنت سمع الذی یسمع بہ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں۔ میسر کان سے سنتا ہے۔ وبصر الذی یرى بہ ورجل الذی یمشی بہ وایدی الذی یمسک بہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے۔ میرے پاؤں سے چلتا ہے۔ میرے ہاتھ سے بگڑتا ہے۔ گویا میرے رضا کو وہ اپنے اوپر اتنا حاوی کر لیتا ہے۔ کہ میرے اشارے کے بغیر ذرا بھر حرکت و جنبش نہیں کرتا۔ و نعم ما قیل۔ خودی کو کہ سبب اتنا کہ ہر تقدیر کے خدا شہید ہی خود کو کچھ بتا تیری ضامیہ

نفس کی قوت

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

میں نے کسی ایسی چیز سے زور آزمائی نہیں کی۔ جو میرے نفس سے زیادہ سخت ہو۔ کیونکہ اس کی حالت یہ ہے۔ کہ کبھی میں اسے مغلوب کر لیتا ہوں۔ وہ میرے

تبع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی پھر غالب آکر مجھ پر سوار ہو جاتا ہے۔

**حضرت محمد والہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ**  
فرماتے ہیں نفس کا نصب العین اپنے محسوس پر  
بہتری حاصل کرنا ہے۔ اور وہ اس بات کا خواہاں رہتا  
ہے کہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کے امر و نہی  
کی پابند ہو۔ اور یہ خدا کے واحد کیا تھ الوہیت و  
عسری کا دعویٰ ہے۔ بلکہ کم کثرت نفس اس شرکت پر  
نہیں راضی نہیں ہوتا۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ صرف آپ ہی  
حاکم ہو اور سب اسکے محکوم ہوں۔

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں :-  
دنیا نے توں جو اسد تعالیٰ کی ملعونہ و مبنوضہ ہے اسی  
وجہ سے ہے کہ دنیا کا محل ہونا نفس کے ارادوں کے  
محصول میں معاون ہوتا ہے۔ اور جو دشمن کا معاون  
ہو۔ وہ نعمت ہی کے قابل ہے۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ اس وقت سے  
پہلے اپنے نفسوں کو خواہشات سے روک لو جب آپس میں  
جھگڑو کہ جھگڑے اور منادات کی پنا اتباع خواہشات  
نفسانی ہی ہے۔

ایک غزوہ سے حضور پرورد جب تشریف لاتے ہیں  
تو محفل صحابہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں :-

وجعلنا من الجهاد الا صغیر الى الجهاد الاکبر  
ہمیں جہاد اصغر سے رجوع کر کے جہاد اکبر کی طرف  
اب مشوجہ ہونا ہے۔ اس حدیث میں آگاہی جہاد  
بالکف اور جہاد اصغر فرمایا اور جہاد بالنفس کو جہاد

کبر فرمایا۔ واقعی میں نے اپنے نفس پر قوت حاصل کر لی  
وہ ملائکہ علیا پر فائز المرام ہو کر رشتائے دیکھا اہل  
مستی ہوا ہے

نہنگ واژدہا و شیر زمارا تو کیا مارا  
بڑے مودی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا  
یہ نفس ہے جس نے فرعون و نمرود کو گمراہ کر کے اور  
عقل سلب کر کے انا و بیکم الا علی کہلایا۔ یہی نفس ہے  
جو شاد کے منہ سے انا لا غیری کا کلمہ کہہ کر لوگوں  
کے گڑھے میں ڈالتا ہے۔ وہ نبی جو لالاک کا مالک ہے  
وہ نبی جو اس مرتبہ پر فائز ہے انا سید ولد آدم و ملائکہ  
وہ نبی جو شب معراج امام الانبیاء بنیا ہے۔ وہ نبی  
جس کے حق میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوتا ہے۔

لیغفر لک الله ما تقدمت ذنبک وما  
تاخر + اللهم لا تکن ابی نفسی طرفۃ العیون  
دست بدعا ہوتے ہیں۔ خداوند اکیلمجہ بھی مجھے  
نفس کے سپرد نہ کر۔ اور ہر وقت نفس و شیطن سے  
پناہ مانگتے ہیں۔ اور تعلیم امت کیلئے اکثر خطبات  
میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ لغوذا بالله من  
شعور النفسنا۔ اے باری تعالیٰ ہم تجھ و شیطن  
نفس کے مشرور سے پناہ مانگتے ہیں۔

عربی شاعریوں قسم فرماتا ہے۔ ہی النفس ان  
تعمل تلازم خساسۃ + وان تبعث نحو  
الفضائل تلجم۔ یہ نفس ہے۔ اگر اسکو مہمل  
چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ خسیس ہو جاتا ہے۔ اور اگر  
اسکو فضائل حمیدہ کی طرف مائل کیا جائے۔ تو وہ

بہرِ اصرارِ مائل ہو جاتا ہے۔

نذا فاحم من ذلکھا وقد خاب من دھبھا  
نفس کی تین حالتیں

حالات کے تین قسموں میں تقسیم ہے۔

۱۔ اگر نفس عالمِ علوی کی طرف مائل ہو۔ اور اللہ

تعالیٰ کی فرمانبرداری و عبادت میں اسکو خوشی  
ماصل ہو اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین  
عموس کرتے۔ اُس کو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں۔  
جس کے حق میں باری تعالیٰ یوں گویا ہے :-

یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک  
راضیة مرضیة (الفجر) اے وہ جس نے  
چھین کھڑ لیا۔ پھر حل اپنے رب کی طرف۔ تو اس سے  
راضی وہ تجھ سے راضی - (۲) اور اگر عالمِ سفلی  
کی طرف جھک پڑا اور دنیا کی لذات و خواہشات  
میں بھٹک کر رہی کی طرف رغبت کی اور شریعت  
کی پیروی سے کوسوں دُور بھاگا۔ اسکو نفسِ امارہ  
کہتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کو بُرائی کی طرف انغب  
کرتا ہے۔

وما ابوی نفسی ان النفس | اور میں پاں نہیں رکھتا  
لا امارۃ بالسوء الا ما رحمہ | اپنے حق کو بیشک جی تو  
سکھاتا ہے برائی۔ بزرگ

جو جسم کو یا میرے

ہم اور اگر کبھی عالمِ سفلی کی طرف جھک کر مہنوت  
غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالمِ علوی کی طرف

مائل ہو کر ان چیزوں کو بُرا جانتا ہے۔ اور ان سے دُور بھاگتا  
ہے۔ اور اگر کوئی برائی اُس سے سرزد ہو۔ تو اس  
کو تاہی پر شہر مندہ ہو کر نفس پر طاعت کرتا ہے۔  
اس کو نفسِ لوامہ کہتے ہیں۔

لا احسبم یا النفس | اہم قسم کھاتا ہوں جی کی  
العوامہ | کہ جو طاعت کرے بُرائی پر

نفس کی حالتوں کے متعلق خادم القرآن ناشر المہریش  
شاہ عبدالقادر صاحب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

آدمی کا جی اول کبیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے  
ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو امارہ  
سوء کہتے ہیں۔ پھر بوش کپڑا کر نیک و بد بھجا تو باز  
آیا کبھی غفلت ہوئی تو اپنی غور پر دوڑ پڑا کبھی کبھی  
آئی تو اپنے کئے پر کھیتانے اور ملازمت کرنے لگا۔ ایسا  
(جی) لوامہ کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنو بھیا دل  
سے رغبت نیکی ہی کی طرف مومگی۔ یہ وہ کام ہو  
خود بخود بجا گئے لگا۔ اور بدی کے ارتکاب بلکہ تسو  
سے بھی تکلیف پہنچگی۔ وہ نفسِ مطمئنہ ہو گیا

(باقی آئندہ)

## اقوال حضرت عمرؓ

۱۔ شبہ کیا تھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے ایمان کے  
بعد بڑی رغبت نیک عورت ہے۔ (دہم اسراف  
اس چیز کا نام ہے کہ جس چیز کو انسان کی طبیعت چاہے  
کھائے (دہم جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے۔  
وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔





بیزاد تھے اور یہ کہ کون سے ساداتِ مستحق اعزاز و تکریم ہوں اور  
ماہِ محرم میں کیا کرنا چاہیئے۔ یہ پہلی مستقل و طویل کتاب ہے جس  
جس کے پڑھنے سے ایک معمولی استعداد والا شخص بھی علم و حکمت  
پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے۔ کاغذ عمدہ طبعاً ہے۔ قیمت صرف  
صفحہ مت قریباً دو سو صفحات قیمت صرف ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
مولانا مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب  
تازہ یاد نقشبند سیاح بھروی اس کتاب میں مرثا قادیانی  
کے ان اعتراضات کا ماقابل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے  
کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
اجتناب الغفیبہ اس رسالہ میں صد با علمائے اسلام کے  
واجبنا یہ تحفہ قادیانی جمع کئے گئے ہیں جن میں ولایت  
واضح اور براہین قاطعہ سے فرقہ ورافض و مرزائیہ کا امداد  
فہرہ رافضی و مرزائی سے شنی عورت کا کالج نا جائز ثابت  
طبی کیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
تحفہ میرزا امیر علی حمید شمس الاسلام کے مدیر  
کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے  
موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے  
رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
حقیقت کشش مولانا پیر قطب شاہ صاحب مذہب شیوخ کے  
سر لکھتہ راز و انکشاف قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
ہدایات القرآن کی بیسیائیوں سے مشہور در سالہ حقائق قرآن  
مرزائیوں کے مغالطات بھی درج ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی  
تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہذا  
ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
بہانہ خیروری و مذہب خاکساری محمد بہا الحق صاحب قادیانی  
از تصنیف میرزا دہون

ارستوری۔ قیمت ایک آنہ (۱۰۰)  
مظلوم قوم تصنیف مولوی محمد بخش صاحب سلمیٰ  
اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر  
چندوں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو  
مختصر پر یہ ہیں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی  
ہے۔ قیمت ۵۔  
اسلامی جہاد راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان  
کیمپ منعقدہ ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
انصار پیابوں سے آلہ کبر الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد  
کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے۔  
اور جہاد حاضر کی بعض لحاظ عسکری تنظیموں پر بھی ناگہان بصرہ  
کیا گیا ہے۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوتی امیر مجلس مرکزی  
حزب انصار بھیرہ قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
خاکساری مذہب صلح میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے  
انما بیدار اجتماع کے موقع پر مقام میانوالی  
علماء کرام کی طرف خاکساری مذہب پر حقیقت افروز بصرہ خوبصورت  
ٹریکٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ از مولانا ظہور احمد  
صاحب بگوتی امیر مجلس حزب انصار بھیرہ قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
خاکساری فتنہ جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا۔  
جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لمحہ کی دستبرد سے محفوظ  
ہوا اور جسکو دیکھ کر خاکساروں کی کثیر تعداد سے توبہ کیلئے جاریہ  
دفعہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ یا پھر ان ایڈیشن سے ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
از مولانا پیرزادہ محمد بہا الحق صاحب قادیانی قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰  
مشرقی فتنہ محمد بن ابی بنات اللہ مشرقی کے کفر پر و بھلا  
لا جواب نقد از قلم مذہب سید ابوالاعلیٰ مصلح  
مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت ۱۰۰۔۹۰۔۸۰

ملنے کا پتہ: منیجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

